عالمی زمینی قبضہ:
خوراک کی خودمختاری کا خاتمہ

تحریر:

روز بی گزمین

(Ros-b Guzman)

روٹس فارا یکوٹی

2012

Translated from Ros-b Guzman, "Global Land Grabbing,
Eroding Food Sovereignty" *Turning Point,* Pesticide Action Network Asia and the Pacific (PAN AP), Malaysia, December 2010, Issue No.1, pages 1-42.

Copy right @ Pesticide Action Network Asia and the Pacific, 2010.

مترجم:

سید سعید احمد

سید حسین ناصر

شائع کردہ:

روٹس فار ایکوٹی

2012

تعاون:

آکسفیم نویب

عالمی سطح پر زمینی قبضہ:
خوراک کی خودمختاری کا خاتمہ

تحریر:
روزبی گزمین
(Ros-b Guzman)

روٹس فار ایکوٹی

2012

Tables **Page**

1. Top country destinations and origins of investments by region, 2008-2009. **7**

2. Water resources in selected regions and countries, 2008 (in cubic meters). **9**

3. Some involvement of the World Bank Group in farmland investments. **21**

Figures

1. FDI inflows in agriculture, forestry and fishing, and food and beverages, 1990-2007 (in billion US dollars). **5**

2. Investor and target regions and countries in overseas land investment for agricultural production, May 2006-2009 (number of signed or implemented deals). **8**

3. Frequency distribution of projects and total land area by destination region and commodity group. **10**

Abbreviations and Acronyms with Urdu translation

Abbreviation	Institution	Urdu translation
BIT	Bilateral Investment Treaty	دوطرفی سرمایہ کاری معاہدہ
CFS	Committee for Food Security	غذائی تحفظ کی کمیٹی
CSO	Civil Society Organization	شہری معاشرتی تنظیم
EBRD	European Bank for Reconstruction & Development	یورپی بینک برائے تعمیر و ترقی
FDI	Foreign Direct Investment	غیر ملکی براہ راست سرمایہ کاری
FTA	Free Trade Agreement	آزادانہ تجارت کا معاہدہ
FIAS	Foreign Investment Advisory Service	غیر ملکی سرمایہ کاری کی مشاورتی خدمات
GFRP	Global Food Crisis Response Program	عالمی غذائی بحران کا جوابی پروگرام
GRAIN	Genetic Resources Action International	جینیائی وسائل پر بین الاقوامی عملی اقدام
IFI	International Finance institution	بین الاقوامی مالیات کا ادارہ
IFPRI	International Food Policy Research Institute	بین الاقوامی غذائی تحقیق کا ادارہ
IIED	International Institute of Environment and Development	بین الاقوامی ادارہ برائے ماحولیات و ترقی
IFC	International Finance Corporation	بین الاقوامی مالیاتی کارپوریشن
IBRD	International Bank for Reconstruction & Development	بین الاقوامی بینک برائے تعمیر نو اور ترقی
IDA	International Development Assistance	بین الاقوامی ترقیاتی تعاون
ICSID	International Center for Settlement of Investment Dispute	بین الاقوامی مرکز برائے تصفیہ سرمایہ کاری تنازعات
IFAD	International Fund for Agriculture Development	بین الاقوامی فنڈ برائے زرعی ترقی

ICARRD	International Conference on Agrarian Reform & Rural Development	بین الاقوامی کانفرنس برائے زرعی اصلاح و دیہی ترقی
MIGA	Multilateral Investment Guarantee Agency	ضمانتی ایجنسی برائے کثیر جہتی سرمایہ کاری
RAI	Responsible Agri Investment	ذمہ دارانہ زرعی سرمایہ کاری
SOE	State Owned Enterprises	سرکاری ملکیت کے منصوبے
SWF	Sovereignty Wealth Funds	خودمختار دولت فنڈز
TIC	Tanzania Investment Fund	تنزانیہ سرمایہ کاری فنڈز
TNC	Transnational Corporation	بین الاقوامی کارپوریشن
TAAS	Technical Assistance Advisory Services	فنی تعاون کی مشاورتی خدمات
UNCTAD	United Nations Commission for Trade & Development	اقوام متحدہ کا کمیشن برائے تجارت وترقی
VG	Voluntary Guidelines	رضاکارانہ رہنما اصول
WIR	World Investment Report	عالمی سرمایہ کاری رپورٹ

پیش لفظ

2011 میں روٹس فار ایکوٹی نے ایک جاپانی کتاب کا ترجمہ ''ایک تنکے کا انقلاب'' چھاپا تھا تاکہ قدرتی طریقہ کاشتکاری کو سمجھا جاسکے۔ یہ چھوٹے پیمانے کی کاشتکاری قدرت سے ہم آہنگ ہونے کے ناطے نہایت آسان ہے اور خوراک کے تحفظ کو یقینی بنانے کے ساتھ ساتھ کسان کی آزادی اور خودمختاری کو بھی مستحکم کرتی ہے۔ اس کے برعکس صنعتی زراعت جو صرف منافع کے حصول کے لیے ہوتی ہے اس میں بہت بڑے پیمانے پر ایک ہی فصل لگائی جاتی ہے۔ مصنوعی بیج، زہریلی کھاد اور کیڑے مار ادویات، بھاری زرعی مشینری وغیرہ کی مدد سے یہ مہنگی اور غیر پائیدار زراعت کسان اور قوم دونوں کو محتاجی کے ان راستوں پر لے جاتی ہے جن کی باگ ڈور بڑی بڑی عالمی زرعی کمپنیوں کے ہاتھوں میں ہے۔ یہ مٹھی بھر کمپنیاں اپنے بیجوں اور ان کی لوازمات کے ذریعے دنیا بھر کی زراعت کو اپنے ہاتھ میں لیے بیٹھی ہیں۔ یہ کمپنیاں اپنی اشیاء بیچنے پر اکتفا نہیں کرتیں بلکہ زرعی پیداوار کی تجارت بھی انہی کے قبضے میں ہے۔ اب یہ زمین بھی خود ہتھیا رہی ہیں اور اس کے علاوہ پانی اور دیگر قدرتی وسائل پر اپنا قبضہ مضبوط کر رہی ہیں۔ اس سے مقامی آبادیاں اور ماحول کیسے متاثر ہو رہا ہے اس سے کسی کو کوئی غرض نہیں۔ یہ سب ایسے وقت میں ہو رہا ہے جب قومی حکومتیں کمزور کرنے کے بعد خود سرمایہ داری نظام عدم تحفظ کا شکار ہے۔ سرمایہ داریت زمین اور وسائل پر قبضے اور اشیاء پر سٹہ بازی سے منافع پر منافع کما کر خون چوسنے کے ایسے عمل سے گزر رہی ہے جس کی وجہ سے اشیاء کی قیمتوں میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے اور مزدور آبادیاں مزید غربت اور بھوک کا شکار ہو رہی ہیں۔

اوپر بیان کیے گئے پس منظر میں زرعی زمینوں پر قبضے پر توجہ مرکوز رکھنے کی ضرورت ہے۔ 2008 کے غذائی بحران کے ساتھ ہی مختلف ممالک میں زمین پر بڑے پیمانے پر قبضوں کی خبریں اخباروں میں آنی شروع ہوئیں جو تقریباً 2010 کے شروع تک خاصی نمایاں رہیں۔ پھر اچانک یہ سلسلہ بند ہو گیا۔ اب اخباروں کے صفحوں میں کم ہی یہ خبریں مل پاتی ہیں۔ پاکستان میں تو 2001 میں ہی کارپوریٹ فارمنگ آرڈیننس پاس ہو گیا تھا۔ اس کی بنیاد پر کوئی بھی بیرونی ملک یا کمپنی پاکستان کی زرعی زمین، جس کی کوئی حد متعین نہیں، لمبی لیز پر حاصل کر سکتی ہے۔ اب تک کتنی زمین لیز پر دی جاچکی ہے اس کا کوئی ریکارڈ نہیں ہے۔ اس رازداری کی وجہ عوامی ردعمل ہے جو سامنے آرہا ہے۔ زمین پر قبضے اب بھی ہو رہے ہیں اور بڑے پیمانے پر ہو رہے ہیں لیکن اب کام میں نہایت رازداری برتی جارہی ہے۔ اسی لیے اخباروں میں ان کی خبریں بہت کم نظر آرہی ہیں۔

روٹس فار ایکوٹی جس نے اس سال زمینی اصلاحات پر مشاورت کا آغاز کیا ہے یہ سمجھتی ہے کہ زمین کی مساویانہ تقسیم کسان کو تحفظ دینے کے لیے بہت ضروری ہیں۔ اسی کے ذریعے حکومت کو زرعی زمینوں کے سودوں سے بھی باز رکھا جاسکتا ہے۔ اس سلسلے میں زمینوں پر قبضے پر روس بی گزمین کی تفصیلی تحقیق کا ترجمہ پیش کیا جارہا ہے تاکہ 10-2008 کے حالات کو دوبارہ سے سمجھ کر زمین کی مساویانہ تقسیم اور خوراک کی خودمختاری کے لیے پاکستان میں عوامی جدوجہد کے لائحہ عمل کو آگے بڑھایا جائے۔

صبیحہ حسن، ڈائریکٹر ریسرچ، روٹس فار ایکوٹی

عالمی سطح پر زمینی قبضہ: خوراک کی خودمختاری کا خاتمہ

عملی خلاصہ

دنیا بھر میں زمینوں پر قبضے کی کاروائی بہت بڑے پیمانے پر جاری وساری ہے۔ نتیجتاً نہ صرف چھوٹے کسانوں کا وجود خطرے میں پڑ گیا ہے بلکہ اقوام کی غذائی خودمختاری بھی خطرات سے دوچار ہے۔ ممکنہ غیرملکی خریدار اور سرمایہ کار زمینوں کی موجودہ چھین چھپٹ کا جواز عالمی غذائی بحران، توانائی کی بڑھتی ہوئی مانگ اور مسلسل تبدیلی آب وہوا کو بنا رہے ہیں۔ ان کے مطابق اس لیے وہ بڑے پیمانے پر غذا اور زرعی پیداوار میں اضافے کے طلب گار ہیں۔ اس کے بدلے میں دنیا بھر میں زمینی اصلاحات کے منصوبوں کو ناکام بنایا جا رہا ہے اور میزبان ممالک اپنی زمینوں اور قدرتی وسائل کے بھرپور متوازن استعمال کی بجائے خودکفالت اور معاشی جمہوریت کے مواقع کھو رہے ہیں۔

عالمی بینک نے ابھی حال ہی میں اس مسئلے پر اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔ زمینوں پر قبضے کے اس ہولناک رجحان کو بظاہر تسلیم کرتے ہوئے عالمی بینک فی الواقع یہ کہہ رہا ہے کہ قابل کاشت زمینوں پر بڑے پیمانے پر بیرونی سرمایہ کاری اور زرعی پیداوار میں بین الاقوامی کارپوریشنوں اور سرمایہ داروں کی براہ راست شرکت اس وقت تک قابل قبول ہے جب تک وہ سماجی ذمہ داری کے ساتھ عمل میں لائی جائیں۔ اس مقصد کو سامنے رکھتے ہوئے عالمی بینک نے کچھ رہنما اصول تجویز کیے ہیں۔

دریں اثنا کمیٹی برائے ورلڈ فوڈ سیکیورٹی (CFS) نے تجویز کیا ہے کہ عالمی بینک کے رہنما اصول اور عالمی تنظیم برائے غذا اور زراعت (FAO) کے رضاکارانہ رہنما اصول دونوں کو اکھٹا کر کے ان میں مطابقت پیدا کی جائے۔ بہرکیف CFS کے 14-11 اور 16 اکتوبر کو منعقدہ 36 ویں اجلاس میں شہری انجمنوں نے ایف اے او سے مطالبہ کیا ہے کہ عالمی بینک کے رہنما اصولوں کے بجائے خود اپنے رضاکارانہ رہنما اصولوں کو مضبوط کرے۔ عالمی زمینی قبضوں کی منڈلاتی ہوئی دھمکیوں کو روکنے کی حد تک اچھی خاصی کامیاب ہو چکی ہے تاہم اب بھی بہت کچھ کام سماجی تحریکوں کو کرنا ہے۔

عالمگیر زمینی چھین جھپٹ 2008 سے مشاہدے میں آ رہی ہے۔ موجودہ تحقیقی ادب کی توجہ اس رجحان کی حدود اور جس رفتار سے یہ واقع ہو رہی ہیں اور زرعی ترقی کے مختلف پہلوؤں پر اس کے اثرات پر مرکوز رہی ہے۔ محققین کی توجہ کا مرکز زیادہ تر براعظم افریقہ رہا ہے کیونکہ یہاں سب سے زیادہ قبضے بلحاظ تعداد اور رقبہ ہو رہے ہیں۔ پیش نظر مقالہ اس مسئلے کی وضاحت کے سلسلے میں ایک کوشش ہے اور اس صورت حال کو موجودہ عالمی معاشی بحران کے پس منظر میں بیان کرتا ہے تا کہ دنیا بھر میں زمین پر

قبضے کا زور اور اس کی بنیادی وجہ کا پتہ لگ سکے۔ اس تحقیق کی توجہ ایشیاء کے بعض ابتدائی واقعات پر مرکوز ہے تا کہ اس براعظم کے حوالے سے اس مسئلے کی مخصوص نوعیت کا پتہ لگ سکے اور وہ کچھ سامنے آسکے جو اس خطے میں فی الحال پوشیدہ ہے۔ آخر میں یہ مقالہ غذائی خودمختاری کے اصولوں اور پروگراموں کو پیش نظر رکھتے ہوئے عالمی زمینی قبضوں کے مضمرات کا تجزیہ کرتا ہے جو کسانوں اور پسے ہوئے طبقوں کی امنگوں پر اثر ڈالتے ہیں۔

تمہید

جیسا کہ پہلے اشارہ کیا جا چکا ہے کہ حالیہ عالمی سرمایہ داری کے دھماکہ خیز بحران کی شدت جس سے بڑے بڑے سرمایہ داروں کا صفایا ہوا اور قومی قرضوں (sovereign debts) کے بحران میں اضافہ ہوتا گیا، اس منزل کی طرف لے جائے گا جہاں قدرتی وسائل کی تلاش اور حصول کا بڑی شدت سے شور مچے گا۔ سامراجیت کا یہ قدیم اور قابل پیش گوئی رویہ رہا ہے جو بحران کی سنگینی اور بار بار پیش آنے کے عمومی مراحل تک پہنچ چکا ہے۔ نوآبادیاتی دور سے لے کر موجودہ عالمگیریت تک مسائل کا حل بنیاد میں ہی ملا ہے یعنی منافع کا دوبارہ حصول جو قدرتی وسائل، سستا خام مواد، سستے مزدور اور وسیع تر اراضی کے استحصال ہی سے ممکن ہے۔

2008 سے بہت بڑے پیمانے پر غیر ملکی زمینوں کے سودے کافی متنازعہ پیمانے اور رفتار سے ہو رہے ہیں۔ عالمی بینک کی حال ہی میں 7 ستمبر 2010 میں جاری کردہ رپورٹ کے مطابق اکتوبر 2008 اور اگست 2009 کے درمیان 46.6 ملین ہیکٹر اراضی حاصل کی گئی۔ یہ رقبہ مملکت برطانیہ (یوکے) کے رقبے کا تقریباً دوگنا ہے اور اس میں اس سال میں دس گنا اضافہ ہوا ہے۔ یہ رقبہ جسے عالمی بینک نے صرف www.framlandgrab.org کے مطابق پایا ہے جو غیر سرکاری تنظیم گرین (Grain) کے زیر انتظام ہے، 464 منصوبوں پر مشتمل ہے۔ انٹرنیشنل فوڈ پالیسی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ (IFPRI) کے تخمینے کے مطابق 15 تا 20 ملین ہیکٹر یا یورپی یونین (EU) کی کل زرعی زمین کے تقریباً 20 فیصد پر مشتمل ہے، جس کا 2006 اور 2009 کے درمیان یا تو سودا ہوا یا حاصل کی گئی۔ گرین کے مطابق 2008 کے وسط سے اب تک کم از کم 180 زمینی سودوں کی اطلاع مل چکی ہے۔

ممکنہ خریداران اراضی اور سودے بازوں نے موجودہ عالمی غذائی قیمتوں میں عمودی اضافے کی روشنی میں اس تیزی کو درست قرار دیا ہے کیونکہ یہ بڑے پیمانے پر غذا کی پیداوار کی استعداد کے لیے لازمی ہے۔ آب و ہوا کی تبدیلی کو بھی بطور سند بیان کیا جا رہا ہے کیونکہ اس کا ماحولیات پر ناقابل تبدیلی اثر پڑتا ہے خصوصاً پانی کی قلت سے غذائی بحران شدت اختیار کر سکتا ہے۔ عالمی زمینی قبضوں کی ایک وجہ منافع خوری کی طلب بھی ہے تاہم کسانوں کے حقوق اور غذائی خودمختاری پر اس کے اثرات کا

تعین کرنااس وقت مشکل ہے۔ جوں جوں سرمایہ داری کا بحران اگلے مرحلے میں داخل ہوتا ہے جبکہ گرتے ہوئے مالیاتی اداروں کو بچانے کی خاطر حکومتوں کا بڑھتا ہوا قرضوں کا بوجھ اپنی جگہ ہے، یہ پیش گوئی کی جاسکتی ہے کہ دنیا بھر میں قدرتی وسائل اور زمین پر قبضے کے لیے سامراجیوں کی طرف سے شور وغل، بالخصوص تیسری دنیا اور سابقہ نوآبادیات میں، انیسویں صدی کی نوآبادیاتی مہم سے زیادہ خوفناک ہوگا۔

عالمی بحران کے سبب بڑھتا ہوا جوش وخروش

قرض اور سٹہ بازی کے کی ترقی کی آخری حدود اب آ چکی ہیں۔ عالمی سرمایہ داری کا بحران اب خون چوسنے والی مالیاتی زیادتیوں کے ذریعہ زیادہ عرصہ تک چل نہیں سکتا۔ 2008 سے ترقی یافتہ سرمایہ دار ممالک کے پیش کردہ حل اب غیر ضروری ہو چکے ہیں یعنی بھاری رقوم اور حوصلہ افزائی کے معاوضے پیش کرنا جو ۱۱ ٹریلین امریکی ڈالر تک پہنچ رہے ہیں۔ اس کا نتیجہ محض یہ ہوا کہ پبلک قرض کا بحران کھڑا ہو گیا۔ امریکہ اور یورپی یونین کا پبلک خسارہ بمقابلہ ان کی معاشی پیداوار یا مجموعی داخلی پیداوار (GDP) کے ناقابل برداشت حدوں کو چھور ہا ہے، جبکہ گروپ آف سیون (G-7) ممالک کا قرض اور جی ڈی پی تناسب تقریباً صد فیصد ہو چکا ہے۔ یہ معاشی سطح دوسری جنگ عظیم کے بعد کی سطح کے بہت قریب ہے۔ حال ہی میں یورپی یونین (EU) اور بین الاقوامی مالیاتی فنڈ (IMF) کی جانب سے یونان کو 110 بلین پونڈ سرمائے کی فراہمی دنیا کی طرف سے سرمایہ داری کے بحران کے اگلے مرحلے میں داخلے کی نشان دہی کرتی ہے۔1

عالمی اجارہ دارانہ سرمایہ داری کے لیے یہ ایک ایسا انتخاب جیسے ''ادھر کھائی ادھر کنواں'' کی مثال۔ آیا سامراجی حکومتیں قرضوں کی ادائیگی کے لیے کفایت شعاری سے منصوبے بنائیں گی یا اسی طرح بڑھتے ہوئے مطالبات کے سامنے حوصلہ افزائی کی پیشکشیں کرتی رہیں گی۔ اس سے سدھار کی کوئی صورت نہیں پیدا ہوگی البتہ محنت کش طبقہ جو پہلے ہی سنگین حالات سے دوچار ہے مزید مصیبت میں گرفتار ہو جائے گا۔ دنیا بھر میں بے روزگار لوگوں کی تعداد 210 ملین تک پہنچ چکی ہے جو ایک معتدل تخمینہ ہے لیکن اس کی کوئی مثال پہلے نہیں ملتی ہے جبکہ سماجی بہبود کی خدمات میں مسلسل کمی بھی بے مثال ہے۔ خوراک اور دوسری بنیادی ضرورت کی اشیاء کی قیمتوں کو سٹے بازوں اور سودے بازوں نے ایک کھیل بنا دیا ہے اور صارفین کی منڈیوں میں صحیح معنوں میں اضافہ ہو چکا ہے۔2

بلاشبہ بین الاقوامی کارپوریشن (TNC) اور سرمایہ دار آمروں کے لیے اس بحران سے نکلنے کا واحد آزمودہ اور قابل بھروسہ راستہ یہی ہے کہ عالمگیریت کے ذریعے بھرپور حملہ کیا جائے اور تیسری دنیا کی مزدوری، خام مواد، برآمدات، سود اور کرنسی

کی شرح کوستا کیا جائے اور سرمایہ کاری اور تجارت کے داخلی قوانین کو آسان بنایا جائے۔نہایت تیزی کے ساتھ غیر ملکیوں کی شدید لوٹ مار اور قدرتی وسائل کے حصول میں بے تحاشہ دلچسپی اور ساری دنیا میں بڑے پیانے پر زمینوں پر قبضے کی طرف ہی لے جاتی ہے۔

ترقی یافتہ سرمایہ دار ممالک یا بین الاقوامی کمپنیوں کی طرف سے زمینوں کے سودے خواہ وہ فوری خرید کی شکل میں ہوں یا طویل المیعاد پٹے پر ہوں غریب ممالک میں کیے جارہے ہیں کیونکہ ان کے پاس ایسے وسائل ہیں جن سے فصلیں اگا سکیں۔ یہ فصلیں انسانوں کی خوراک کے لیے بھی ہوسکتی ہیں اور مویشیوں کے چارے کے لیے بھی اور زرعی ایندھن کے واسطے بھی۔ یہ عام تجارتی پیانے پر برآمدی مقصد کے لیے بہت بڑی مقدار میں اگائی جاسکتی ہیں۔انہیں زمینوں پر ناجائز قبضہ کہا جاتا۔ یہ غیر قانونی حیثیت کی وجہ سے نہیں کہا گیا ہے کیونکہ ان میں بہت سے سودے سرکاری اجازت سے کیے گئے ہیں بلکہ اس لیے ناجائز کہا گیا ہے کہ ان سودوں میں غیر منصفانہ شرائط کے علاوہ کسانوں یا مقامی آبادیوں سے قطعاً مشورہ نہیں کیا گیا۔

اوک لینڈ انسٹی ٹیوٹ (Oakland Institute) اس صورت حال کی تیزی کے لیے تین رجحانات کا حوالہ دیتا ہے: غذائی اعتبار سے غیر محفوظ اقوام کا زیادہ سے زیادہ غذا کی فراہمی کو یقینی بنانا' زرعی ایندھن کی بڑھتی ہوئی مانگ اور زمین اور نرم اشیاء (غذائی فصلیں) میں روز افزوں نجی سرمایہ کاری۔ یہ تمام باتیں اچھی طرح سے اس بلند سطح کو نمایاں کرتی ہیں جہاں تک عالمی معیشت پہنچ چکی ہے۔ یہ درست ہے کہ زرعی ماحولیاتی اسباب خوراک کی فراہمی کو غیر مستحکم کررہے ہیں اور یہ کہ تیل پر انحصار کرنے والے ممالک توانائی کے متبادل ذرائع تلاش کررہے ہیں، تاہم غذائی اور توانائی کے بحران اسی عالم گیریت کی پالیسیوں کے تحت خوفناک حد تک پہنچ چکے ہیں جنہیں سامراجی حکومتوں اور بین الاقوامی مالیاتی اداروں (IFIs) نے مسلط کیا ہے۔منافع خوری بنیادی طور پر اس کی اصل قوت متحرک رہی ہے۔

غذائی بحران میں روز افزوں اضافہ زیادہ تر آزادانہ تجارت کی پالیسی کا نتیجہ ہے کیونکہ غذائی اجناس پیدا کرنے والے اور غذا میں خود کفیل ممالک بھی اناج درآمد کرنے پر مجبور کردیے گئے ہیں۔اس نے خود کفالت کو برباد کرکے اور اجارہ دارانہ قیمتوں کو شدید کردیا ہے۔غذائی فصلیں جنہیں نرم اشیاء سمجھا جاتا ہے کو بھی مستقبل کی منڈیوں میں ڈال دیا گیا ہے جن کا نتیجہ یہ ہوا کہ بازار کے سٹے بازوں نے ان کی قیمتوں پر بھی سٹے بازی شروع کردی۔ حقیقت یہ ہے کہ غذائی اجناس کی قیمتوں میں عمودی اضافہ جو 2008 اور اس کے بعد بھی اپنی سابقہ سطح تک نہیں پہنچ سکا ہے کی بہت بڑی وجہ غذائی اشیاء میں سٹے بازی ہے۔[3]

دوسری طرف زرعی ایندھن کی طلب میں تیزی سستی پیداواری لاگت کی خواہش سے آئی خاص طور سے چونکہ خام تیل کی قیمتیں آسمان سے باتیں کرنے لگیں اور یہ بھی سٹے بازی کے طفیل۔ خام تیل کی پیداوار کے مقابلے میں زرعی ایندھن کی

پیداوار سستی ہے بالخصوص اگر انہیں کم ترقی یافتہ ممالک میں تیار کیا گیا ہو۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ وہاں مزدوری کم ہے، زمین کی قیمت بھی کم ہے اور زمین کا حصول بھی نہایت آسان ہے۔

زمین کی منڈیاں نجی سرمایہ کاروں کے لیے اچانک نہایت پرکشش منزل مقصود ہوگئی ہیں۔ مثلاً سرمایہ دار آمر مورگن اسٹینلے (Morgan Stanley) نے 40,000 ہیکٹر یوکرین میں زرعی زمین خرید لی۔ گولڈ مین سیکس (Goldman Sachs) نے چین میں مرغ اور مویشی کے گوشت کی صنعت میں زرعی زمین کے حقوق حاصل کر لیے اور نیویارک میں قائم شدہ بلیک روک انک (Rock Black Inc,) نے 200 ملین امریکی ڈالر کا زرعی محفوظ فنڈ (Hedge Fund) قائم کیا ہے جس میں سے 30 ملین صرف زمین کے حصول کے لیے رکھے گئے ہیں۔ آکس فیم (Oxfam) نے 120 محفوظ فنڈز مخصوص کیے ہیں جن میں ریٹائرمنٹ فنڈ، زرعی تجارتی کارپوریشنز اور نجی حصص کے فنڈز شامل ہیں اور جن کا مقصد کم ترقی یافتہ ممالک میں زرعی زمین میں سرمایہ کاری ہے۔[4] اقوام متحدہ کمیشن برائے تجارت و ترقی (UNCTAD) کی 2009 کی عالمی سرمایہ کاری (WIR) کی رپورٹ کے مطابق زراعت کے میدان میں غیر ملکی براہ راست سرمایہ کاری (FDI) میں انتہائی زیادہ اضافہ ہوا ہے یعنی 1990 کی دہائی میں جو ایک بلین امریکی ڈالر سالانہ تھی وہ بڑھ کر 2005-2007 کے دوران 3 بلین امریکی ڈالر سالانہ ہوگئی۔ (ملاحظہ کیجیے Figure 1)

Figure 1. FDI inflows in agriculture, forestry and fishing, and food and beverages, 1990-2007 (in billion US dollars)

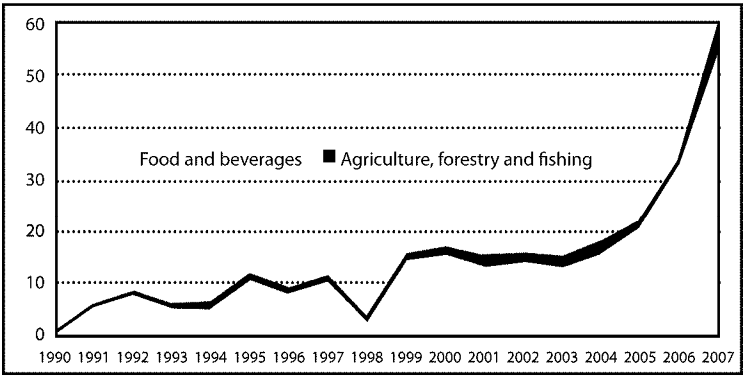

Source: UNCTAD, FDI/TNC database.
Note: Agriculture, forestry and fishing include; food and beverages include tobacco. Figures are for the sum of countries for which data were available for each year. Therefore, the number may vary from year to year, covering an average of 45 countries accounting for about two thirds of world inflows.

ظاہر ہے کہ جس رفتار سے زمین میں نجی سرمایہ کاری بڑھی ہے اس کی توضیح جزوی طور پر غذا اور توانائی کی مانگ سے کی جاسکتی ہے۔ برطانوی ادارے بڈویل پراپرٹی کنسلٹینٹ (Bidwells Property Consultants) کے مطابق 2007 کے اواخر سے ہی یہ بات سامنے آ گئی تھی کہ نرم اشیاء مثلاً زمین اور غذا کی تجارت میں تیزی زیادہ منافع کی وجہ سے آئی تھی نہ کہ غذا اور زراعت میں ساخت کی تبدیلی کی وجہ سے۔ پورے 2008 میں سرمایہ کار زیادہ سے زیادہ نرم اشیاء کی منڈیوں تک پہنچنے کی کوشش کررہے تھے اور زمین اور کاشتکاری میں سرمایہ کاری کررہے تھے۔ اس میں بہت زیادہ سٹے بازی کے امکانات تھے۔ انسائٹ انویسٹمنٹ (Insight Investment) کے متبادل منصوبوں کے سربراہ رضا وشکائی (Raza Vishkai) نے جولائی 2008 میں عالمی مالیاتی بحران سے قبل ہی کہہ دیا تھا کہ ''اگلے پندرہ سال تک کساد بازاری (recession) کے رجحان سے بچنے کا واحد بہترین حل زرعی زمین میں سرمایہ کاری ہے''۔

یہ مسئلہ آخر کتنا گمبھیر ہے؟

عالمی پیمانے پر زمین پر قبضے کی طرف سب سے پہلے توجہ اس وقت ہوئی جب چین اور مشرق وسطیٰ کے ممالک اس چکر میں پھنسے۔ غذائی طور پر نام نہاد غیر محفوظ ممالک یعنی جو غذائی اشیاء درآمد کرتے ہیں یا جو پیدا تو کرتے ہیں پھر بھی سخت گیر منڈیوں سے فکر مند رہتے ہیں، ہر چند اتنے دولت مند ہیں کہ پیسہ پھینک سکتے ہیں۔ انہوں نے مقامی غذائی پیداوار کو مزید ترقی دینے کے لیے دوسرے ملکوں میں زمین حاصل کرنے کی کوشش شروع کردی چین، سعودی عرب، مصر، بحرین، خلیجی ممالک، اردن، کویت، لیبیا، قطر، متحدہ عرب امارات (UAE)، بھارت، ملیشیا، جاپان اور جنوبی کوریا نے 2008 کے مارچ سے افریقہ، جنوب اور جنوب مشرقی ایشیاء، جنوبی امریکہ، روس اور وسطی اشیاء کی طرف رخ کیا۔

2008 میں گرین (Grain) نے جن ممالک کی نشاندہی قبضے کی وارداتوں کی بنیاد پر کی ہے ان میں نمایاں یہ ملک ہیں: سوڈان، پاکستان، فلپائن، کمبوڈیا، تھائی لینڈ، برازیل، مصر، انڈونیشیاء، برما، لاؤس اور یوگنڈا۔ آسٹریلیا بھی ایک سے زیادہ بات چیت کا ہدف رہا ہے۔ دوسرے ممالک میں روس، یوکرین، ترکی، ویت نام، قازقستان اور منگولیا شامل ہیں۔ ان کے علاوہ کچھ دوسرے ممالک افریقہ، جنوبی امریکہ، وسطی ایشیاء مغربی ایشیاء یا مشرق وسطیٰ کے بھی ہیں۔ بھارت اور چین تک ہدف ممالک میں شامل ہیں۔

اس سال 24 جنوری کو عالمی بینک نے گلوبل ڈونر پلیٹ فارم (Global Donor Platform) برائے دیہی ترقی کو 2008 اور 2009 کے درمیان ہونے والے زمینی سودوں کے بارے میں اعداد و شمار پیش کیے ہیں۔ ان میں وہ ممالک شامل

ہیں جو سرمایہ کاروں کے وطن ہیں اور جوان کے ہدف میں سرفہرست ہیں۔ یہ اعداد و شمار ذرائع ابلاغ کی رپورٹوں اور غیر سرکاری تنظیموں (NGOs) کی معلومات پر مبنی ہیں۔ جب عالمی بینک نے ۷ ستمبر کو زمینی قبضوں کے بارے میں اپنی آخری رپورٹ جاری کی تو اس میں یہ اعداد و شمار شامل نہیں تھے انہیں لوگوں کے اندازہ کرنے کے لیے چھوڑ دیا گیا۔ (ملاحظہ کیجیے Table 1)

Table 1. Top country destinations and origins of investments by region, 2008-2009

Top Countries							
Top 3 Destination countries by region						Origin	
Africa		Latin America		EAP			
Country	Total	Country		Country	Total	Country	Total
Sudan	6.4	Brazil	3.6	Indonesia	3.6	China	10.5
Ghana	4.1	Argentina	2.6		3.1	UK	10.5
Madagascar	4.1	Paraguay	0.8	Australia	2.8	Saudi Arabia	9.8

Source: Klaus Deininger, World Bank, "Large scale land acquisition: What is happening ang what we can do?", presentation to Land Day even hosted by the Global Donor Platform for Rural Development and FAO/SDC/IFAD in 24 January 2010, http://www.donorplatform.org/content/view/332/210/

(UNCTAD) کی 2009 کی عالمی سرمایہ کاری رپورٹ (WIR) نے 48 زمینی سودوں کی تصدیق کی ہے اگرچہ سب پر عملدرآمد نہیں ہوا۔ اس رپورٹ میں وہ دستخط شدہ سودے شامل نہیں ہیں جو مئی 2009 کے اواخر سے پہلے منسوخ کیے جاچکے تھے اور ایسے متوقع سودے بھی شامل نہیں ہیں جن کا اعلان تو میڈیا میں کر دیا گیا تھا لیکن عملی طور پر آگے نہیں بڑھے۔ اگرچہ یہ تعداد بڑی محتاط اندازکی ہے لیکن رپورٹ صرف ان سودوں کی تصدیق کرتی ہے جو پہلے کے ہیں اور جن کی گرین نے گہری جانچ پڑتال کی تھی یعنی چین، مشرق وسطیٰ اور جنوبی کوریا زمین کے حصول کے لیے بڑے پیمانے پر سرمایہ کاری کر رہے ہیں۔ جن ملکوں پر زیادہ توجہ ہے وہ سوڈان، حبشہ اور جمہوریہ متحدہ تنزانیہ ہیں۔ ان کے علاوہ برازیل، کمبوڈیا، برما، فلپائن، یوکرین، روس، تھائی لینڈ، کیمرون، میڈاگاسکر، پاکستان، قازقستان، لاؤس، ملاوی، سینیگال، نائیجیریا اور پیراگوئے بھی توجہ کا مرکز ہیں۔ (ملاحظہ کیجیے Figure 2)

بہرکیف اقوام متحدہ کے کمیشن برائے تجارت و ترقی (UNCTAD) نے اشارہ دیا ہے کہ زمین کا حصول صرف ساوتھ FDI رقوم کے ذریعہ اور صرف غذائی عدم تحفظ کے خوف سے عمل میں آ رہا ہے۔ اس بات پر بھی بحث کی گئی ہے کہ آب پاشی کے لیے آبی وسائل کی فراہمی بھی اہم ترین شرط ہو سکتی ہے چونکہ مشرق وسطیٰ کے بہت سے ممالک میں پانی کی بہت کمی

Figure 2. Investor and target regions and countries in overseas land investment for agricultural production, 2006-May 2009 (number of signed or implemented deals)

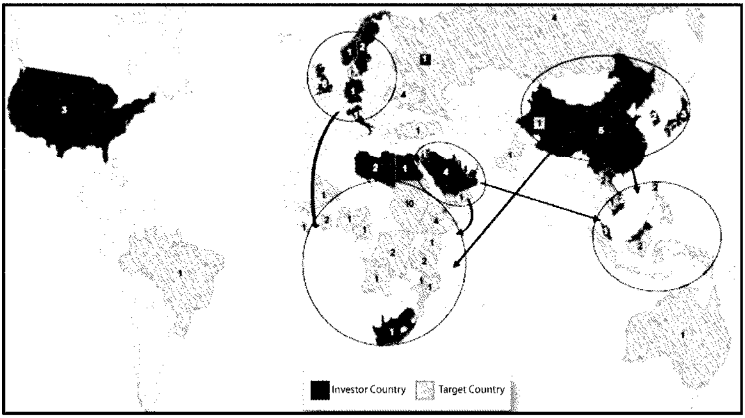

Source: UNCTAD

ہے۔اس لیے سرمایہ کاری صرف انہی ممالک میں ہورہی ہے جہاں پانی کی فراوانی ہے۔(ملاحظہ کیجیے Table 2)

لیکن غذائی طور پر عدم تحفظ کی شکار اقوام کے علاوہ ایک گروہ اور بھی ہے جو کھلم کھلا زمینوں پر قبضے کر رہا ہے۔ان میں یہ ادارے گنوائے جاسکتے ہیں: سرمایہ کاری کے ایوان، نجی ایکوٹی فنڈز، فنڈز مینجرز، بڑے بڑے زرعی تجارتی بین الاقوامی کارپوریشن (TNCs) اور نجی شعبے جو زمین کے سودوں میں خوب کمائی کر رہے ہیں۔ان کا طریقہ کار یہ ہے کہ یا تو پرائیویٹ پارٹیاں مقامی پرائیوٹ شراکت داروں کے ذریعہ میزبان حکومتوں سے رابطہ کرتی ہیں یا ان کے ملکوں کی حکومتیں میزبان ممالک کی حکومتوں سے معاہدہ کرتی ہیں تاکہ دونوں حکومتیں مشترکہ منصوبے بنا سکیں۔حالانکہ یہ غذا اور توانائی کی ضرورت کا پرچار کرتے ہیں تاہم ان کے لیے زیادہ قابل فکر مسائل زمین کی زرخیزی، پانی کی فراہمی اور زرعی پیداوار وغیرہ ہوتے ہیں۔سرمایہ کاری کا دورانیہ دس سال تک بھی ہوسکتا ہے۔متوقع سالانہ شرح آمدنی یورپ میں 10 تا 40 فیصد ہوتی ہے جبکہ افریقہ میں 400 فیصد تک ہوجاتی ہے۔ان کے ہدف ممالک سارے افریقہ، ایشیاء اور جنوبی امریکہ میں پھیلے ہوئے ہیں۔

غیر ملکی زمینوں کے سودوں کے بارے میں ان کی تعداد، دائرہ کار، جائے وقوع اور حیثیت کے بارے میں تازہ ترین اور مکمل اعداد و شمار عملاً ناپید ہیں۔گفت وشنید میں اتنی راز داری برتی جاتی ہے اور اس قدر سودے بازی ہوتی ہے کہ جن کی اطلاع میڈیا میں بھی پہنچ جاتی ہے ان کے بارے میں بھی یہ یقین سے نہیں کہا جاسکتا کہ یہ سودے واقعی ہوئے بھی ہیں یا نہیں۔دوسری طرف بعض مصدقہ سودوں میں ان کے دائرہ کار کے بارے میں یقین سے نہیں کہا جاسکتا کہ ان کی حدود وہی ہیں جن کی رپورٹ

Table 2. Water resources in selected regions and countries, 2008 (in cubic meters)

	Region / country	Fresh water resources per capita
Selected West Asian Countries	Bahrain	
	Iran, Islamic Republic of	1860
	Iraq	
	Kuwait	
	Oman	399
	Qatar	126
	Saudi Arabia	104
	United Arab Emirates	49
	Yemen	194
Regions	Latin America and the Caribbean	24471
	Europe and Central Asia	5093
	Sub-Saharan Africa	5022
	East and South-East Asia and Oceania	
	South Asia	1230
	West Asia and North Africa	757
Major host countries for investors seeking to operate farms for food security	Australia	24118
	Brazil	29000
	Cambodia	8642
	Ethiopia	1623
	India	1152
	Kazakhstan	4978
	Kenya	581
	Myanmar	
	Pakistan	366
	Philippines	5664
	Sudan	813
	Thailand	3333
	Turkey	3150
	Ukraine	1127
	Viet Nam	4410

Source: UNCTAD, based on FAO data.

کی گئی ہے یا ان سے زیادہ ہیں۔ مثال کے طور پر 2009 میں بین الاقوامی ادارہ ماحولیات وترقیات (IIED) نے زمین کے سودوں کے بارے میں ایک تحقیقی مطالعہ پانچ افریقی ممالک میں کیا اور کل 2.5 ملین ہیکٹر زمین پر دستاویز شائع کی۔ اس میں 1000 ہیکٹر سے کم کے سودے اور زیر التوا درخواستیں شامل نہیں تھیں۔ IIED نے یہ مطالعہ اقوام متحدہ کے ادارے خوراک و

زراعت(FAO) کے ساتھ مل کر کیا تھا۔اس کا خیال ہے کہ اس کے اعداد و شمار پرانے اور نامکمل ہیں۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ غیر ملکی کمپنیاں اور مالیاتی ادارے اور میزبان حکومتیں ایسی سرمایہ کاری کی تفصیلات بتانے سے ہچکچاتے ہیں جو وہ کر رہے ہیں یا فائدہ اٹھا رہے ہیں اور سرکاری سطح پر اس سودے کی فہرستیں تیار نہیں کی جا رہی ہیں۔ یہاں تک کے عالمی بینک بھی حقائق کو درست رکھنے کے لیے بہت زیادہ کوشش یا اثر و رسوخ (یا فنڈز) استعمال نہیں کرتا ہے۔صرف گرین پر اعتماد کیا جا سکتا ہے کہ یہی ایک ایسا ادارہ ہے جو پوری خبر دینے کا شعور رکھتا ہے اور ''یہی واحد وسیلہ ہے جو پوری دنیا پر نظر رکھنے کا دعویٰ کر سکتا ہے"۔

464 منصوبے جو 46.6 ملین ہیکٹر زمین پر پھیلے ہوئے ہیں اور 81 ملکوں پر محیط ہیں جنہیں گرین نے مرتب کیا ہے۔ان کی بنیاد پر عالمی بینک نے بتایا کہ ان میں سے تقریباً آدھے منصوبے جو کل زمینی رقبے کے 69 فیصد (32 ملین ہیکٹر ز) پر پھیلے ہوئے ہیں' زیریں صحارا افریقہ میں ہیں۔ 8 ملین ہیکٹرز مشرقی اور جنوبی ایشیاء میں، 4.3 ملین ہیکٹرز یورپ اور وسطی ایشیاء میں اور 3.2 ملین ہیکٹرز لاطینی امریکہ میں ہیں۔ اوسط رقبہ 40 ہزار ہیکٹرز ہے اور دراصل تمام منصوبوں کا ایک چوتھائی 200,000 ہیکٹرز سے زیادہ رقبے پر محیط ہے۔کل ملا کر 37 فیصد منصوبے غذائی فصلوں، 21 فیصد صنعتی اور نقد فصلوں، 21 فیصد زرعی ایندھن(biofuel) اور بقیہ کھیلوں، مال مویشی اور جنگلات کی آبادکاری کے لیے محفوظ ہیں۔(ملاحظہ کیجیے Figure 3)

Figure 3. Frequency distribution of projects and total land area by destination region and commodity group

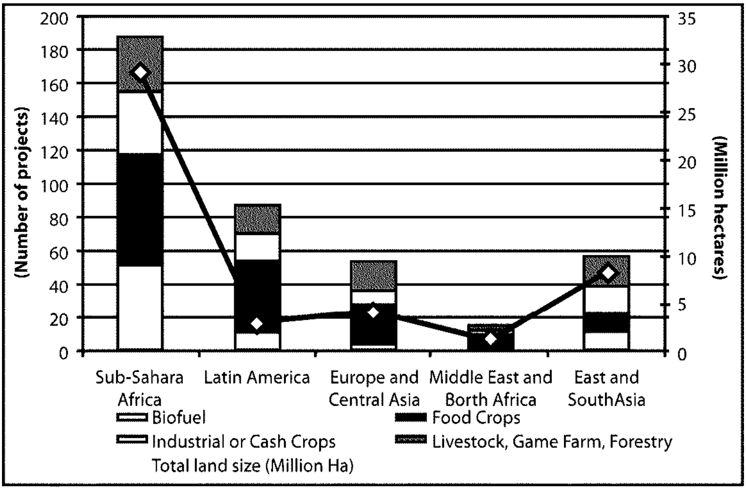

Note: The histogram fpr the frequency is drawn for the 405 projects for which the purpose and the destination are known. The total areas are computed based on the 202 projects for which the size is known.
Source: Media reports posted on the GRAIN website between 1 October 2008 and 31 August 200

عالمی بینک نے زمینوں کی تصدیق کا عمل کر کے یہ نتیجہ نکالا کہ 70 فیصدی منصوبے منظور شدہ تھے اور 30 فیصد ابتدائی تحقیق کے مرحلے میں ہیں۔ بہرحال اعداد و شمار کو تسلیم کرتے ہوئے عالمی بینک زمینوں پر قبضے کی تیزی کی اہمیت یہ کہہ کر کم کر دیتا ہے کہ منظور شدہ منصوبوں میں سے 43 فیصد خبر ابتدائی ترقی کے مرحلے میں ہے جبکہ ایک تہائی پر واقعی کاشت شروع ہو چکی ہے لیکن یہ ارادوں کے برخلاف بہت ہی چھوٹے پیمانے پر ہے اور ایک چوتھائی پر ابھی کام شروع ہی نہیں ہوا ہے۔ عالمی بینک اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ بیشتر منصوبوں کے لیے یا تو زمین حاصل ہی نہیں کی گئی یا پھر حاصل شدہ زمین کو اپنے عزائم کے خلاف استعمال کرنے میں ناکامی ہوئی ہے۔

عالمی بینک کا بیان تضادات کا مجموعہ ہے۔ کہیں کہیں تو آنکھیں کھول دینے والا ہے لیکن وہیں پوری طرح چکر دینے والا بھی ہے۔ عالمی بینک جب یہ کہتا ہے کہ زمینوں پر قبضے کی رفتار سست ہے تو وہ دراصل اس کی تصدیق کرتا ہے کہ یہ رفتار زیادہ ہو سکتی ہے اگر حقیقی پیداوار اور زمین کی تیاری کے مقابلے میں نرم اشیا میں سرمایہ کاری اور منافع کو پیش نظر رکھا جائے۔ تاہم عالمی بینک کا یہ کہنا کہ بیشتر منصوبوں کے لیے واقعتاً زمین حاصل نہیں کی گئی ہے نے اس حقیقت کو نظر انداز کر دیا ہے کہ خواہ حکومتوں نے خوراک کی فراہمی کو یقینی بنانے کے لیے زمین حاصل کی ہو یا بیرونی سرمایہ کاروں نے بڑے بڑے منافعوں کے لیے حاصل کی ہو، کسانوں سے اس تیزی سے زمین چھینی جا رہی ہے کہ اس کی مثال پہلے کبھی نہیں ملتی۔

سازباز

درحقیقت غذا حاصل کرنے کی خواہش مند ریاستوں اور بیرونی سرمایہ کاروں کی باہمی سازباز ہے جس کی وجہ سے زمین کے سودے جائز نظر آتے ہیں اور یہ امتیاز مشکل ہو جاتا ہے کہ یہ نجی ہیں یا سرکاری۔ لیکن اگر آج کے دور میں دوسرے ملکوں کی زمین ہتھیانے کے عمل کا گزشتہ دو صدیوں کے قبضوں سے مقابلہ کیا جائے تو ایک نتیجہ یہ نکالا جا سکتا ہے کہ ہر چند پہلے بہت بڑے پیمانے پر قبضے ہوتے تھے لیکن آج کے دور میں یہ خوراک کی فراہمی کے لیے ہیں نہ کہ نقد فصلوں کے لیے، اور یہ قبضے جنگوں کے بجائے معاہدوں کے تحت طے پاتے ہیں اس لیے غیر ملکی زمینوں کے سودے زیادہ تر حکومتوں کی سرپرستی میں سرمایہ کاری کے تحت ہوتے ہیں۔

حکومتوں کے وسیلے:

ایسے معاملات بھی سامنے آئے ہیں جبکہ مرکزی حکومت کی ایجنسیوں کو یہ ذمہ داری سونپی جاتی ہے کہ وہ دوسرے ممالک میں اعلیٰ

سطح پر دوطرفہ بات چیت کے ذریعے براہ راست زمین حاصل کریں۔ایک مثال جس کی تصدیق ہوسکتی ہے شام اور سوڈان کے درمیان 2002 میں خصوصی زرعی سرمایہ کاری کا معاہدے ہیں جس کے تحت سوڈان کی حکومت نے حکومت شام کو 50 سالہ پٹے پر زمین فراہم کی۔

ساورن ویلتھ فنڈز (Sovereign Wealth Funds, SWFs) یا ادائیگیوں کے توازن سے بچی ہوئی رقم، غیرملکی زرمبادلہ کے لین دین یا قومی بچت یا نج کاری سے حاصل شدہ رقم، ان سب سے ذیلی اداروں، پرائیوٹ کارپوریشنوں، سرکاری منصوبوں (SOEs) اور براہ راست غیر ملکی زمینوں کے اثاثوں پر سرمایہ کاری کی جاتی ہے۔قطر انوسٹمنٹ اتھارٹی (QIA) کی SWF میں شرکت کی نمایاں مثال ہے۔ایک اطلاع کے مطابق افریقہ سے باہر انڈونیشیا اور ویت نام کی حکومتوں نے ایک بلین امریکی ڈالر کا مشترکہ مہم جوئی کا فنڈ قائم کیا ہے۔ملیشیاء اور فلپائن سے بھی اس حوالے سے بات چیت جاری ہے۔

دوسری حکومتیں بھی SWFs سے ہٹ کر سرمایہ کاری کے دوسرے وسائل سے ایسے منصوبوں پر کام کر رہی ہیں مثال کے طور پر سرکاری ملکیت کے منصوبے (SOEs) یا غیرملکی SOEs کے ساتھ شراکت۔ستمبر 2008 میں دوبئی ورلڈ (Dubai World) جو سرکاری نگرانی میں قائم شدہ ایک مجموعہ کمپنی ہے نے ایک نیا ذیلی ادارہ قائم کیا ہے جس کے ذریعہ عالمی سطح پر قدرتی وسائل میں سرمایہ کاری حاصل کی جائے گی اور اس کی ایک شاخ دیہی زرعی زمینوں کا بھی کاروبار کرے گی۔دوسری طرف چین کے SOEs سارے افریقہ میں پھیلے ہوئے ہیں۔مثال کے طور پر چین کی بجلی کمپنی ووہان کیدی (Wuhan Kaidi) زیمبیا میں جٹروپا (Jathropa) کی کاشت کے لیے رعایتی زمین کے حصول کے لیے گفت شنید کر رہی ہے۔COFCOSOE جو اناج اور بنولے کے بیج کا کاروبار کرتی ہے وہ موزمبیق میں چاول اور سویابین کی کاشت کرنا چاہتی ہے۔افریقہ سے باہر چینی SOEs ایشیائی حکومتوں اور کارپوریشنوں سے زرعی ایندھن اور غذائی فصلوں کی کاشت کے لیے بات چیت کر رہی ہیں۔مثلاً SINOPEC انڈونیشیا کی کمپنی سے زرعی ایندھن کی کاشت اور اس کے پلانٹ نصب کرنے کے لیے 5 بلین امریکی ڈالر کے لگ بھگ خرچ کرنے کے لیے گفت وشنید کر رہی ہے۔

دریں اثناء بعض حکومتوں نے اپنے ملکوں میں ترقیاتی فنڈز قائم کیے ہیں مثلاً امدادی رقوم، نرم قرضہ جات، ضمانتیں اور بیج کے ذریعے نجی شعبوں کی کمپنیوں یا SOEs کو بطور امداد رقوم کی فراہمی۔اس کی ایک مثال ترقی کے لیے ابوظہبی فنڈ کا قیام ہے۔اسی طرح ابوظہبی سرمایہ کاری کا گھر (Dubai Investment House)، اثمار (Ithmaar) بینک اور خلیج مالیاتی ایوان نے سرمایہ کاری کے لیے اگست 2008 میں ایک بلین امریکی ڈالر اگری کیپٹل (AgriCapital) قائم کیا جس کا مقصد دوسرے ملکوں میں زمین خریدنا، خطے کے لیے غذائی اجناس پیدا کرنا اور بائیوٹیکنالوجی کی تحقیق کے لیے سرمایہ فراہم کرنا ہے۔

حکومتوں نے بعض ایجنسیاں بھی قائم کی ہیں مثلاً سرمایہ کار ممالک میں برآمدی قرضے کی ایجنسی اور میزبان ممالک میں سرمایہ کاری کے فروغ کی ایجنسیاں۔ ان کا کام نجی شعبے کو معلومات اور فنی اور انتظامی عملے کی فراہمی ہے۔ زمین کے سودے 'ون اسٹاپ شاپس' (one stop shops) یعنی ایک ہی جگہ سرانجام دیے جاتے ہیں جہاں خصوصی سرکاری ایجنسی زمین کا ڈیٹا بیس (database) رکھتی ہے۔ مثلاً تنزانیہ میں تنزانیہ سرمایہ کاری مرکز (TIC) میں زمین کا بینک موجود ہے۔ اس بینک میں سرمایہ کاری کی غرض سے موزوں ترین رقبوں کی زمین ہے جو تقریباً 2.5 ملین ہیکٹر پر پھیلی ہوئی ہیں۔ فلپائن میں فلپائن اگیری بزنس ڈیولپمنٹ کارپوریشن سینٹر (PADCC) زراعت کے ڈیپارٹمنٹ کے تحت 2007 میں قائم ہوا۔ اس کا بھی بے کار زمین کے حوالے سے ایک لینڈ بینک ہے جو زرعی کاروباری معاہدوں کے لیے مختص ہے۔

آخر کار، خالص نجی سرمایہ کاری منصوبوں میں بھی حکومتوں کا عمل دخل ہوجاتا ہے۔ وہ معاہدوں کے بنیادی ڈھانچے بناتی ہیں مثلاً فری ٹریڈ اگریمنٹ (FTA) یا دوطرفہ سرمایہ کاری کے معاہدے (BITs)۔ ان معاہدوں کو قابل قبول بنانے کے لیے قومی قوانین بھی تبدیل کیے جاتے ہیں۔ دنیا بھر میں طے شدہ FTAs اور BITs کے معاہدوں میں نصف سے زیادہ زرعی پیداوار کو پوری طرح شامل کیا گیا ہے۔ حالیہ معاشی سربراہ کانفرنسوں کا مقصد بھی باہمی تعاون کے معاہدہ طے کرنا تھا مثلاً افریقہ کے بارے میں سربراہ کانفرنس چین نے نومبر 2006 میں، یورپی یونین نے دسمبر 2007 میں، بھارت نے اپریل 2008 میں، جاپان نے مئی 2008 میں اور جنوبی کوریا نے اکتوبر 2008 میں منعقد کیں۔ گلف، افریقہ اسٹریٹیجی فورم 2009 بھی افریقی زمینوں پر خلیجی ممالک کی بڑھتی ہوئی دلچسپی میں معاونت کررہا تھا۔

نمایاں سرفہرست ممالک مثلاً چین، خلیجی ریاستیں، جاپان اور جنوبی کوریا کی حکومتوں کی سرمایہ کاری کی حکمت عملی الگ الگ ہے۔ یہ اس بات پر منحصر ہے کہ کون سا ملک کس حد تک غذائی عدم تحفظ کا شکار ہے اور کس کے پاس کتنا پیسہ ہے۔ چین دنیا بھر کے کاشتکاروں کے 40 فیصد کا وطن ہے لیکن زرعی زمین دنیا کے مقابلے میں صرف 9 فیصد ہے اس لیے حکومت کا سب سے بڑا مسئلہ غذائی تحفظ ہے۔ حالیہ برسوں میں چین نے تقریباً 30 زرعی تعاون کے معاہدے کیے ہیں تاکہ قابل کاشت زمینوں تک رسائی ہوجائے۔ ساتھ ہی ساتھ وہ چینی ٹیکنالوجی، ٹریننگ اور بنیادی ترقیاتی فنڈز کو بھی لیے لیے پھر رہا ہے۔ قازقستان سے کوئنز لینڈ تک اور موزمبیق سے فلپائن تک چینی SOEs (سرکاری منصوبے) اور نجی کمپنیاں زمینیں پٹے پر لے رہی ہیں یا خرید رہی ہیں، بڑے بڑے زرعی فارم قائم کررہی ہیں اور فصلیں اگا رہی ہیں مثلاً چاول، سویابین اور مکئی۔ اس کے ساتھ ساتھ زرعی ایندھن کی فصلیں مثلاً گنا، کساوہ (جنوب مشرقی ایشیا کا پھل) اور میٹھے جوار۔

خلیجی ریاستوں کے پاس تیل ہے اور خوب پیسہ بھی ہے لیکن وہ غذا درآمد کرتی ہیں۔ غذائی اجناس دنیا بھر میں مہنگے

ہو چکے ہیں اس لیے وہ سنجیدگی سے سوچ رہی ہیں کہ وہ دوسرے ملکوں میں غذائی پیداوار کے منصوبے بنائیں تاکہ اپنے ملکوں کے غریبوں اور غیر ملکی آبادکاروں کو قابل برداشت قیمت پر غذا فراہم کر سکیں اور انہیں خوش رکھ سکیں۔ اس حکمت عملی کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ پڑوسی اسلامی ممالک مثلاً سوڈان اور پاکستان سے معاہدے کیے جائیں اور ان کی کارپوریشنیں زرعی زمینوں تک رسائی حاصل کر سکیں، اناج اگائیں اور اپنے ممالک کو بھیج دیں اور اس کے بدلے میں انہیں تیل اور سرمایہ فراہم کریں۔ مذکورہ ممالک کے علاوہ بھی خلیجی ریاستوں کے سامنے تیل پر انحصار کرنے والے ایشیائی ممالک مثلاً برما، کمبوڈیا، انڈونیشیاء، لاؤس، فلپائن، تھائی لینڈ اور ویت نام بھی ہیں۔

جاپان اور جنوبی کوریا اپنی غذا کا تقریباً 60 فیصد باہر سے منگواتے ہیں (جہاں تک کوریا کا تعلق ہے اگر اس کی غذا میں سے چاول کو شامل نہ کیا جائے تو وہ اپنی غذا کا 90 فیصد درآمد کرتا ہے)۔ دونوں حکومتیں نجی شعبے پر زیادہ انحصار کرتی ہیں۔ کوریا کی کارپوریشنیں غیر ملکی زمینیں خرید رہی ہیں تاکہ وہاں غلہ پیدا کر سکیں جبکہ جاپانی کارپوریشنیں اناج خریدنے کا اہتمام کرتی ہیں۔ دونوں صورتوں میں حکومتوں کا رویہ کافی شدت پسندانہ ہے بالخصوص جاپان کا آزادانہ تجارت اور دوطرفہ سرمایہ کاری (BIT) کے معاملے میں دوسرے ملکوں کے ساتھ جن کی توجہ زیادہ تر زراعت پر ہے۔

ٹی این سیز اور مالیاتی آمر:

زمینوں پر قبضے کے معاملے میں حکومتوں کا کردار نہایت اہم ہے لیکن اس کے مقابلے میں نجی شعبے کا بنیادی کردار کم اہمیت کا حامل نہیں ہے۔ اس کے بڑے بڑے کھلاڑی ہنوز گم نام ہیں۔ ایک بہت بڑا لیکن بدنام ترین معاہدہ وہ ہے جو بالآخر ملیامیٹ ہو گیا۔ یہ وہ معاہدہ ہے جو جنوبی کوریا کی ٹرانس نیشنل کارپریشن ڈائیوو (Daewoo) کو 99 سالہ پٹے پر ملا تھا تاکہ وہ میڈاگاسکر میں 1.3 ملین ہیکٹر رقبے پر مکئی اور دوسری فصلوں کی کاشت کر سکے۔ یہ رقبہ ملک کی قابل کاشت زمین کا نصف تھا۔ لیکن اس کے بعد بھی بہت سے معاہدے طے پائے جن میں غیر سرکاری کارپوریشنز شریک تھیں مثلاً ٹرانسفارمیشن ایگری ٹیک لمیٹیڈ، یو کے (Trans4mation Agritec, Ltd, UK) جسے 10 ہزار ہیکٹر زمین نائیجریا میں ملی، جارک کیپٹل (یو ایس) (Jarch Capital, US) جسے 400 ہزار ہیکٹر زمین سوڈان میں ملی، ہائنڈائی (Hyundai) (جنوبی کوریا) جسے 10 ہزار ہیکٹر زمین روسی کمپنی کھورول زرنو (Khorol Zerno) نے دی، یہ صرف چند نام ہیں۔

جاپانی ٹی این سی مٹسوئی (Mitsui) نے برازیل میں 100 ہزار ہیکٹر زمین سویابین کی کاشت کے لیے خریدی۔ یہ سودا سوئزرلینڈ کے اناج کے تاجر ملٹی گرین ایس اے (Multigrain S.A) کے برازیل کے ذیلی ادارے مٹسوئی کے ذریعے

عمل میں آیا جس کی ملٹی گرین میں 25 فیصد کی شراکت تھی۔ملٹی گرین ایس اے کے دوسرے مالک امریکی توانائی اور غذا کی کمپنی .CHS Inc اور برازیل کی PMG ٹریڈنگ کمپنی تھے۔مٹسوئی نے ایک دوسری کمپنی Xingu کے حصص خریدے جس کا ہیڈ کوارٹر سوئزرلینڈ میں اور دفتر برازیل میں تھا پھر یہ حصص ملٹی گرین (Multigrain) کو منتقل کردیے۔یوں ملٹی گرین میں اس کا کل سرمایہ 95 ملین امریکی ڈالر ہوگیا۔اکتوبر 2008 میں پھر اس نے مزید 76.25 ملین امریکی ڈالر ملٹی گرین میں ڈالے۔یوں ملٹی گرین کے سرمایہ کے تقریباً 40 فیصد کا مالک ہوگیا۔

اس بات پر زور دینا ضروری ہے کہ اس طرح بین الاقوامی کمپنیوں کا زمینوں پر قبضہ فی الواقع ویسا نہیں ہے جیسا کہ ایگری بزنس کے ٹی این سیز مثلاً کارگل (Cargill) پوری تاریخ میں کرتے چلے آرہے ہیں یعنی کاشتکاروں کو نقصان پہنچاتے ہوئے بہت بڑے بڑے پلانٹ نصب کرنا اور تجارت پر اجارہ داری قائم کرنا۔آج کے دور میں زمینوں پر قبضہ کرنے کے لیے زرعی زمین حاصل کی جاتی ہے جس میں جاپانی اور عرب تجارتی و پروسیسنگ کارپوریشن بہت نمایاں ہیں۔جاپان ٹی این سیز مثلاً مٹسوئی (MItsui)، مٹسو بیشی (Mitsubishi) اور اٹوچو (Itochu)، ماروبینی (Marubeni) اور سمی ٹومو (Sumi tomo) نئی نئی منڈیوں پر قبصہ کررہی ہیں اور زمین حاصل کررہی ہیں۔ان کا مقصد امریکی آرچر ڈینلز مڈلینڈ (Archer Daniels Midland, ADM) کے برابر آنا ہے یا شاید کارگل کا مقابلہ کرنا ہے اور چین میں قدم جمانا ہے جہاں اے ڈی ایم، کارگل اور بنگے (Bunge) اتنے مستحکم نہیں ہیں۔

بہرحال، یہ نہیں کہا جارہا ہے کہ عمومی مشتبہ کمپنیاں قبضہ کرنے کے لیے میدان میں نہیں آئی ہیں. اصل بات یہ ہے کہ ان کی حکمت عملی سرمایہ کاری فنڈ مینجمینٹ کا قیام ہے تاکہ وہ ان کے ذریعے زرعی زمین کے حصول کے کام کرواسکیں۔مثال کے طور پر بنگے ایک اطلاع کے مطابق، سرمایہ کاری فنڈ قائم کررہا ہے جس کا زور زرعی زمین پر ہوگا بالخصوص جنوبی امریکہ میں تاکہ اپنی شکر اور ایتھنول (Ethanol) سے متعلق کاروبار کو فروغ دے۔ہائی کویسٹ پارٹنرز (HighQuest Partners)، جو حکمت عملی کی صلاح کار اور انتظامی امور کی مشاورتی کمپنی ہے، کے مینجنگ ڈائریکٹر فلپ ڈی لیپروس (Philippe de Laperouse) کے مطابق تازہ ترین سرمایہ کاری کا تقریباً 35 تا 40 فیصد اس شعبے میں برازیل کی طرف جارہا ہے۔

ڈاؤ کیمیکل (Dow Chemical) کی ایک شاخ ڈاؤ ایگرو سائنسز (DowAgroSciences) ہے جو دنیا بھر میں زرعی میدان میں صلاح کار ہے' اس کے اندر ایک پینشن گروپ (pension group) ہے۔وہ بھی زرعی زمینوں کو حقیقی اثاثہ سرمایہ کاری کی فہرست میں شامل کررہا ہے۔اس کے متبادل سرمایہ کاری کے عالمی ڈائریکٹر کین وین ہیل (Ken Van Heel) کا کہنا ہے کہ ڈاؤ اس کو نہایت تیزی سے پھیلانے کے لے کام کررہا ہے تاکہ امریکہ میں زرعی زمین کے حصول کے

ذریعے سالانہ منافع 8 تا 12 فیصد ہو جائے۔ ڈاؤ بالخصوص مکئی اور سویا بین کے باغات لگانا چاہتا ہے۔

کارگل کا ذیلی ادارہ بلیک ریور ایسٹ منیجمنٹ (Black River Asset Management) بھی ہے جس کے زیر انتظام 6 بلین امریکی ڈالر کا سرمایہ، جو بنیادی طور پر تیسری پارٹی کا سرمایہ ہے، وہ اپنی نجی شراکت کی تجارت کو بہت تیزی سے بڑھا رہا ہے اس کا زیادہ زور غذا کی پیداوار اور زرعی زمینوں پر سرمایہ کاری پر ہے۔ اس میں بھی خاص طور سے ایشیاء میں ڈیری کا کام اور وسطی وجنوبی امریکہ میں ایکوا کلچر یعنی مچھلی بانی اور باغبانی ہیں۔ اس کے مینیجنگ ڈائریکٹر اور سینئر پورٹ فولیو منیجر رچ گیمل (Rich Gammill) نے بتایا کہ ان کی منزل 25 فیصد سے زیادہ سالانہ منافع ہے۔ مغربی طرز کے ڈیری فارم شروع کرنے کے لیے ابتدائی سرمایہ 35 ملین امریکی ڈالر درکار ہوگا جس میں تقریباً 5 تا 8 ہزار گائے ہوں گی۔ ''ہم امریکہ میں غذائی پیداوار میں بہتر کارگزاری کے عادی ہیں۔ مگر چین اور ہندوستان میں ڈیری فارم کے لیے زیادہ تر کسان پر بھروسا کیا جاتا ہے۔ یہ نظام بہت زیادہ کامیاب یا با کفایت نہیں ہے اور مانگ کو پورا کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا''۔

ووڈرو ولسن انٹرنیشنل سنٹر (Woodrow Wilson Int. Centre) کے اسکالرز کے ایک مطالعے کی بنیاد پر یہ بتایا گیا ہے کہ نجی شعبے کے سرمایہ کار اکثر سرمایہ کار یا پھر ہولڈنگ کمپنی والے ہوتے۔ وہ زرعی غذائی ماہرین نہیں ہوتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ ہنوز بڑے پیمانے پر زرعی سرمایہ کاری کے کمپلیکس کا انتظام چلانے کے لیے بڑے ماہرین درکار ہیں۔ تاہم بڑے بڑے سرمایہ کار آمر قرض اور سٹہ بازی سے بہت زیادہ منافع کمارہے ہیں لیکن اس کے باوجود دنیا بھر میں زرعی زمینوں کے حصول کے لیے خاک چھانتے پھر رہے ہیں کیونکہ گرین کے مطابق اس کام میں اور بھی زیادہ آمدنی ہے۔ پروڈینشل ایگری کلچرل انویسٹمنٹ (Prudential Agriculture Investment) جس کے زیر انتظام 3.2 بلین امریکی ڈالر کے اثاثے ہیں اس کے مینیجنگ ڈائریکٹر چارلس ایلین نے کہا تھا کہ ''یہ زرعی سرمایہ کاری حفاظت کے نقطہ نظر سے ہے۔ زرعی زمینیں اپنی دولت کو محفوظ رکھنے کا بہترین ذریعہ ہیں''۔

مورگن اسٹینلے (Margan Stanley)، گولڈ مین سیکس (Goldmen Sachs) اور بلیک راک (Black Rock) کمپنیوں کے مذکورہ بالا زمین کے قبضے انتہائی متنازعہ اور کھلی مثالیں ہیں کہ زمینوں پر قبضے حصول غذا کی بجائے درحقیقت بڑے بڑے منافع حاصل کرنے کے لیے ہیں۔ یہ بھی کافی قابل غور بات ہے کہ مورگن اسٹینلے کی طرف سے یوکرین پر زمین کا قبضہ دوسری سرمایہ کار کمپنیوں کے لیے ایک اشارہ ثابت ہوا۔ انہوں نے یوکرین اور روس میں زرعی زمینوں کا حصول شروع کر دیا اور اس کام میں مورگن اسٹینلے کو بہت پیچھے چھوڑ دیا۔ روس کی سرمایہ کار فرم رینیساں کیپٹل (Renaissance Capital) نے یوکرین کی 300,000 ہیکٹر زرعی زمین حاصل کی۔ سویڈن کے سرمایہ کار گروپ بلیک ارتھ فارمنگ (Black Earth

(Farming) نے روس کی 331,000 ہیکٹر زرعی زمین پر قبضہ جمایا، سویڈن کی ہی دوسری سرمایہ کار فرم ایلپ کوٹ۔ ایگرو (Alpcot - Agro) نے روس میں 128,000 ہیکٹر زمین کے حقوق حاصل کیے۔ ایک برطانوی سرمایہ کار کمپنی لینڈ کام (Land Kom) نے یوکرین میں 100,000 ہیکٹر زرعی زمین خریدی اور یہ عہد کیا ہے کہ اس کو بڑھا کر 2011 تک 350,000 ہیکٹر کر دیا جائے گا۔

امریکہ کا کارلائل گروپ (Carlyle Group) جو ساری دنیا میں 85 بلین امریکی ڈالر کے اثاثوں کا کاروبار کرتا ہے اس نے بھی غیر ملکی زمینوں کے سودے میں ہاتھ ڈالا ہے۔ ہارویسٹ کیپٹل (Harvest Capital) اور وارن بونے کا برک شائر ہاتھ اوے (Warren Buffett's Berkshire Hathaway) یہ سب ادارے اسی راہ پر چل پڑے ہیں۔ موخرالذکر کی برازیل کے ساتھ مشترکہ مہم ہے جو 400 ملین امریکی ڈالر سے گنے اور سویا کی کاشت کر رہے ہیں۔ حال ہی میں دوسرے فنڈ منیجرز نے اپنے کام کو زرعی فارم کی طرف لے جانے کا اعلان کیا ہے۔ فریکلین ٹیمپلٹن رئیل اسٹیٹ ایڈوائزرز (Franklin Templeton Real Estate Advisors) جو ایک عالمی زمینی جائیداد کی مختلف النوع انتظامیہ ہے وہ بھی پیشہ ورانہ فارم کے انتظام پر پوری توجہ دے رہی ہے اور اس یقین کے ساتھ کہ فارم کے نگراں منیجروں سے براہ راست سرمایہ کاری کا معاملہ کرنے سے زیادہ سے زیادہ منافع حاصل ہوگا۔ اس کے نئے مینیجنگ ڈائریکٹر جوائس شپیرو (Joyce Shapiro) کے مطابق ''زرعی فارموں میں پیشہ وری اور سرمائے کا باہم اشتراک بہت بڑے پیمانے پر ظاہر ہوگا''۔

میزبان حکومتیں:

آخر کار اس بندھن پر نوازشوں کی بارش میزبان حکومتوں کی جانب سے ہو رہی ہے۔ غیر ملکی زمینی سودوں کو روبہ عمل لانے کے لیے قوانین، پالیسیاں اور طریقہ کار بھی تبدیل کیے جا رہے ہیں۔ چین میں ایسی اصلاحات کی جا رہی ہیں جس سے کاشتکار اپنے زمینی حقوق فروخت کر سکیں یا پٹے پر دے سکیں۔ قازقستان میں حکومت نے زمین میں شراکت داری کی پالیسی اور مستقل استعمال کے حقوق متعارف کرائے ہیں۔ یوکرین زمین کی غیر ملکیوں کو فروخت پر پابندی ختم کر رہا ہے۔ حکومت سوڈان جو ملک کی بیشتر زمینوں کی مالک ہے سستے داموں 99 سالہ پٹے پر زمین دے رہی ہے۔

دوسرے ممالک بھی زمین کو غیر ملکیوں کی ملکیت میں دینے کے عمل کو آسان بنانے کے لے زمینی اصلاح کے قوانین کو یا تو تبدیل کر رہے ہیں یا آسان بنا رہے ہیں اور تاخیر سے کام لے رہے ہیں اور زمین کی تقسیم کی دیرینہ خواہش پر قدغن لگا رہے ہیں۔ ایسا ہی معاملہ فلپائن کے ساتھ ہے جہاں زمینی اصلاحات کا قانون 23 سال سے نافذ ہے اور اب مزید 5 سال کی

توسیع کردی گئی ہے تاکہ زمین دوبارہ اکٹھا کر کے تجارتی آپریٹرز کو دیدی جائے۔ باقی حکومتیں جو زمین کو غیر ملکیوں کی ملکیت میں دینے سے ہچکچا رہی ہیں انہیں بھی عالمی بینک کے دباؤ کا مقابلہ کرنا پڑے گا۔

عالمی بینک کی دخل اندازی

عالمی بینک اور دوسرے بین الاقوامی مالیاتی ادارے اور کثیر طرفہ تنظیمیں میزبان حکومتوں پر پالیسی ہدایات نافذ کر رہی ہیں کہ وہ زمین کی ملکیت کے ڈھانچوں میں ترمیم کریں تاکہ غیر ملکیوں کو زمین خریدنے میں سہولت ہو۔ وہ غذائی بحران کا شور صرف یہ زور دینے کے لیے مچا رہی ہیں کہ زمینوں پر زیادہ سے زیادہ اناج کی کاشت ہو۔ غذا کی پیداوار ہی ان کے لیے مسئلے کا واحد حل ہے جس کے لیے غیر ملکی حکومتوں اور کمپنیوں کو زمین زیر استعمال لانے کی اجازت دینے سے ہی ''جیت ہی جیت'' ممکن ہے۔

مثال کے طور پر عالمی بینک نے افریقہ میں غذائی بحران کا حل نکالنے کے لیے ۲ء۱ بلین امریکی ڈالر کا معاہدہ کیا ہے۔ اس معاہدے کا ایک جزو یہ بھی ہے کہ زمینی قوانین کو تبدیل کیا جائے۔ اسی طرح تعمیر نو اور ترقیات کا یورپی بینک (EBRD) یورپ اور وسطی ایشیاء میں غذائی بحران کے پیش نظر بڑے بڑے اناج برآمد کرنے والے ممالک مثلاً روس، یوکرین، رومانیہ، بلغاریہ اور قازقستان پر دباؤ ڈال رہا ہے کہ وہ زمینی قوانین تبدیل کریں۔

عالمی بینک نے مئی 2008 میں گلوبل فوڈ کرائسس ریسپانس پروگرام (Global Food Crisis Response Program, GFRP) کی تشکیل کر کے ایک ممتاز کردار ادا کیا جو نام نہاد نیو ڈیل آن گلوبل فوڈ پالیسی (New Deal on Global Food Policy) کا ہی ایک حصہ ہے۔ 2009 میں عالمی بینک نے قرضے، عطیات، حصص سرمایہ کاری اور ضمانتیں پچھلے سال کے مقابلے میں بے مثال طریقے سے 54 فیصد تک بڑھا دیں اور اس میں زیادہ تر اضافے غیر ملکی زمینی سودوں کو باسہولت بنانے کے لیے ہوئے۔

عالمی بینک کا مالیاتی بازو، بین الاقوامی مالیاتی کارپوریشن (IFC) اگلے تین سال میں قرضے 30 فیصد بڑھانے میں مرکزی کردار ادا کر رہا ہے۔ آئی ایف سی کا زرعی تجارت میں فعال کردار کوئی ڈھکا چھپا نہیں ہے۔ زرعی تجارت کے منصوبوں میں اس کی مدد سے چلنے والے منصوبوں کی تعداد جو 2005 میں 17 تھی وہ 2008 میں 32 ہوگئی اور 2009 میں آئی ایف سی نے الٹیما پارٹنرز (Altima Partners) کے ساتھ مل کر 625 ملین امریکی ڈالر کا معاہدہ کیا تاکہ زمینوں کے سودے ہوں اور براہ راست کاشتکاری بھی ہو سکے۔ آئی ایف سی میزبان حکومتوں کو ایسے طریقہ کار وضع کرنے میں مدد دیتی ہے جس کے ذریعے نئی سرمایہ کاری کے لیے زمینیں حاصل کی جائیں اور غیر ملکیوں کو مالکانہ حقوق کی اجازت ملے۔ دوسری طرف، فارن انویسٹمنٹ

ایڈوائزری سروس(Foreign Investment Advisory Service, FIAS) جو آئی ایف سی کے تحت ہے میزبان حکومتوں کو اس لائق بناتی ہے کہ وہ سرمایہ کاروں کے لیے فضاء بہتر بنائے تاکہ مناسب قیمت پر زمین نہ صرف حاصل ہو بلکہ محفوظ ہو۔اس میں زمین کے استعمال کی منصوبہ بندی اور تعمیر کے قوانین کی اصلاح بھی شامل ہے۔

آئی ایف سی اور ایف آئی ایز کے بقول، کم ترقی یافتہ ملکوں میں زمینوں تک رسائی میں کمی کی وجہ سے سرمایہ کاری اور مقابلے کی فضاء میں بڑی رکاوٹیں ملتی ہیں۔اس لیے فنی امداد کی مشاورتی خدمات ٹاس(TAAS) کے ذریعہ آئی ایف سی اور ایف آئی ایز کو امید ہے کہ نجی شعبے کے لیے زمین کے حصول میں آسانی اور اضافہ ہو جائے گا اور چونکہ اس کام میں سیاست کو بھی دخل ہو جاتا ہے اس لیے آئی ایف سی اکثر حکومتوں کے ساتھ مل کر کام کرتی ہے۔عالمی بینک کے کردار کو سمجھنے کے لیے فنی امداد کی مشاورتی خدمات طاس کی تفصیل میں جانا پڑے گا۔ بالخصوص (ایف آئی ایز) نے 2008 سے خصوصی مصنوعات (فنی امداد) قائم کی ہیں جن کا واحد مقصد سرمایہ کاری کی زمین تک رسائی بڑھانا ہے۔''زمینی مصنوعات تک رسائی'' کے کام کی زیادہ تر توجہ زمین تک پہنچ، حصول اور ترقی ہے جسے ویت نام اور بینن Benin میں زیر عمل لایا گیا اور 2009 تک مکمل کر لیا گیا۔ایسی مصنوعات جو دوسری سرحدوں میں سرمایہ کاری سے تعلق رکھتی ہیں اگرچہ بین الاقوامی مالیاتی کارپوریشن آئی ایف سی کی طرز پر ہیں جو سرمایہ کاری کی فضاء اور پالیسیوں کا جائزہ لیتی ہے، تاہم اس کا دائرہ کار وسیع تر ہے۔یہ غیر ملکی ملکیت کی پابندیوں کے 20 شعبوں میں کام کرتی ہیں جیسے غیر ملکی کمپنیاں قائم کرنے کا عمل، زمین تک رسائی اور بین الاقوامی ثالثی کا استعمال وغیرہ۔

غالباً اب تک سب سے زیادہ نازک ماحصل پیداوار جو 2010 کے آغاز تک باقاعدہ معرض وجود میں آ جائے گی وہ ''زمین منڈی برائے سرمایہ کاری'' ہے اس کے تین مقاصد ہیں (الف) تیار شدہ زمینیں، نئی اور وسیع سرمایہ کاری کے لیے طریقہ کار، ڈیزائن اور موثر پالیسیاں وضع کرنا، (ب) سرمایہ کار کے لیے سادہ اور شفاف طریقہ کار کو ترقی دینا تاکہ وہ زمین کی ملکیت اور تحفظ کے حقوق حاصل کر سکے اور (ج) زمین کو آباد کرنے کے لیے سرکاری اجازت کے حصول کو آسان بنانا تاکہ سرمایہ کار کا وقت اور پیسہ بچ سکے اور وہ میزبان ملک کی ہدایات کی روشنی میں حلقہ بندی، ماحولیات اور حفاظتی ضروریات پوری کر سکے۔

بین الاقوامی مالیاتی کمیشن (آئی ایف سی) اور غیر ملکی سرمایہ کاری (ایف آئی ایز) اور فنی امداد (ٹاس) کی مشاورتی خدمات کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ حکومتوں کو قومی قوانین کا مسودہ تیار کرنے میں ان کی مدد کی جائے۔مثال کے طور پر ایف آئی ایز نے سوڈان کے چھ سرمایہ کاری کے قوانین میں 2008 میں اصلاح کی پھر اس کے بعد متعدد زمینی سودے ہو چکے ہیں اور لاکھوں ہیکٹر زمین دی جا چکی ہے۔ایک دوسرا پہلو پٹے پر دینے کا عمل ہے۔اس کے ذریعہ مثال کے طور پر آئی ایف سی نے 50 ملکوں میں 200 منصوبوں کے پٹوں پر 1.4 بلین امریکی ڈالر کی سرمایہ کاری کی۔ 30 فنی امداد کے منصوبے پٹے پر دلائے اور 60 ملکوں

میں پٹے کے قوانین یا تو بنا دیے یا ان کی اصلاح کی۔اس کی پٹے داری کی سہولتیں پورے افریقہ میں موجود ہیں کیونکہ یہی براعظم زیادہ تر توجہ کا مرکز بنا ہوا ہے۔افریقہ کے ممالک یہ ہیں گھانا، تنزانیہ، روانڈہ، میڈاگاسکر، سینیگال، کیمرون، چاڈ، مالی اور حبشہ۔

آئی ایف سی اور ایف آئی ایز کی ایک اور حکمت عملی یہ ہے کہ زمین کو ''ناکارہ زمین'' قرار دے کر اسے فروخت کرے یا پٹے پر دے۔غالب گمان یہ ہے کہ اس سودے میں مقامی کسانوں کو نقصان نہیں پہنچے گا۔ایسا حبشہ کی حکومت نے بہت بڑے پیمانے پر کیا۔یہاں تک کے 2013 تک 3 ملین ہیکٹر ''ناکارہ زمین'' الاٹ کی جا چکی ہوگی جو ملک کی زیر کاشت زمین کے 20 فیصد کے برابر ہے لیکن خوف اس بات کا ہے کہ یہ زمینیں نہ تو واقعی ناکارہ ہوں اور نہ ناقابل کاشت ہوں بلکہ مختلف آبادیوں کے قبضے میں ہوں۔اس حکمت عملی کو پورے افریقہ میں دوہرایا جا رہا ہے یوں پورے براعظم کے گروہی ملکیت کے نظریہ کو خطرہ لاحق ہو گیا ہے۔جیسا کہ پہلے بھی ذکر آ چکا ہے اس طریقہ کار کو فلپائن میں بھی اپنایا جا رہا ہے۔یوں جو کچھ فائدہ زمینی اصلاحات سے حاصل ہوا وہ بھی خطرے میں ہے۔

آئی ایف سی کی طرح کثیر طرفہ سرمایہ کاری کی گارنٹی ایجنسی (MIGA) عالمی بینک کی پانچ خاص اہم ایجنسیوں میں سے ایک ہے (باقی یہ ہیں: بین الاقوامی بینک برائے تعمیر و ترقی (IBRD)، بین الاقوامی ترقیاتی اعانت (IDA) اور بین الاقوامی مرکز برائے سرمایہ کاری و تنازعات کے تصفیے (ICISD)۔میگا (MIGA) کا قیام نیم ترقی یافتہ ممالک میں ایف ڈی آئی کو فروغ دینے کے لیے ہوا تھا تاکہ سرمایہ کاروں کو سیاسی خطرات سے بچانا یقینی بنایا جائے۔جبکہ آئی ایف سی اور ایف آئی ایز کی ذمہ داری زرعی زمین کے حقوق کی خریداری ہے، میگا زمینوں پر قبضے کے منصوبے کو سیاسی خطرات سے محفوظ رکھتے ہوئے یقینی بنا رہی ہے۔ مثلاً اس نے زیمبیا اور بوٹسوانا میں چٹیان کیپٹل (Chayton Capital) کی 300 ملین امریکی ڈالر کی تجارتی سرمایہ کاری پر 50 ملین امریکی ڈالر کا حفاظتی سایہ قائم کیا ہے۔جیسا کہ چیف انوسٹمنٹ آفیسر برائے برطانوی ہیج (hedge) فنڈ سلور اسٹریٹ کیپٹل (SilverSreet Capital) نے کہا کہ اگر مسائل کھڑے ہوئے تو ''عالمی بینک آپ کی طرف ہوگا''۔ (ملاحظہ کیجیے Table 3)

عالمی بینک کو کثیر جہتی اداروں کی پشت پناہی حاصل ہے مثلاً اقوام متحدہ کی غذا اور زراعت کی تنظیم، بین الاقوامی فنڈ برائے زرعی ترقی (IFAD) اور مخیرّ حکومتیں۔ایف اے او مختلف ملکوں سے صلاح مشورہ کرتی رہی ہے زمین اور دوسرے قدرتی وسائل پر ذمہ دارانہ اختیار کی رضاکارانہ رہنمائی کے نکات (Voluntary Guidelines on Responsible Governance of Land Tenure and other Natural Resources) کے سلسلے میں۔انسانی حقوق پر زوردار آواز بلند کرنے کے باوجود ایف اے او کا مقصد زمین اور دوسرے قدرتی وسائل شناخت کرنے کے لیے معیار متعین کرنا ہے جن پر نجکاری کی جا سکے اور ملکیت کو منتقل کرنے کے طریقہ کار کو وجود میں لایا جائے۔ایف اے او کی دلچسپی اس بات میں بھی

Table 3. Some involvement of the World Bank Group in farmland investments

Altima One World Agriculture Fund (US)	The Altima One World Agriculture Fund, registered in the Cayman Islands, was created by the hedge fund Altima Partners to invest in farmland in South America, Easter and Central Europe and sub-Saharan Africa. In 2009, the IFC made a US$75 million equity investment in the Fund. One senior Altima Executive says the Fund aims to create the "first Exxon Mobile of the farming sector".
Chayton Atlas Agriculture Company (UK)	Chayton is a UK-based private equity firm investing in farmland in southern Africa. In 2010, MIGA signed a contract with Chayton to provide it with up to US$50 million in political risk insurance for its development of farm projects in Zambia and Botswana. Its CEO, formerly with Goldman Sacs, says its "goal is to feed Africa."
Citadel Capital (Egypt)	In 2009, the IFC invested US$25 million in Citadel's Middle East North Africa fund, which is investing in agricultural projects. Citadel, one of Africa's largest private equity funds, is pursuing farmland investments in Egypt, Sudan, Tanzania, Kenya and Uganda.
Mriya Agro Holding (Ukraine)	Mriya, which is incorporated in Cyprus and listed on the Frankfurt Stock Exchange, is the 7th largest farmland operator in the Ukraine. In 2010, IFC provided US$75 million to Mriya in equity and loans for the company to increase its landholdings to 165,000 ha.
Sena Group (Mauritius) / Tereos (France)	In 2001, MIGA provided consortium of investors from Mauritius, known as the Sena Group, with US$65 million in political risk insurance to support their acquisition of a sugar plantation in Mozambique. The company also announced that it intended to expand its cattle operations from 1,800 head to 8,000. The Sena operation has since been taken over by the French multinational sugar company Tereos.
SLC Agricola (Brazil)	SLC, a publicly traded company partly owned by foreign investors such as Deutsche Bank, is one of the largest landowners in Brazil, with a land bank of 117,00 ha in 2008. In 2008, IFC provided a US$40 million long-term loan to SLC, enabling it to increase its holdings to over 200,000 ha.
Vision Brazil (Brazil)	Vision is a Brazilian investment company with over 300,000 ha in cropland and another 400,000 ha in "options". In 2008, IFC provided Vision with US$27 million in securities financing.

ہے کہ کیسے عوامی زمین اور وسائل کی شناخت کر کے اسے پٹے پر دیا جائے یا دوسرے انتظامی امور کے لیے کھولا جائے اور ایسی زمینوں تک پہنچنے کے لیے طریقہ کار وضع کیا جائے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آئی ایف آئیز اور دوسرے کثیر جہتی اداروں کے لیے غیر ملکیوں کے واسطے زمین کے حصول میں جیت ہی جیت ہے مگر شرط یہ ہے کہ خطرات سے بچنے کے لیے کچھ خاص رہنما اصول پر عمل کیا جائے۔ اس سلسلے میں ایک ضابطہ اخلاق مرتب کرنے کی پہلی تجویز جولائی 2009 میں اٹلی میں منعقد G-8 کی سربراہ کانفرنس میں پیش کی گئی جبکہ مخیرّ ممالک بڑی سرمایہ کاری کا پرزور عہد کر رہے تھے۔ جاپان نے ''زراعت میں ذمہ دارانہ سرمایہ کاری'' کی تجویز پیش کی جو بنیادی طور پر ایک ضابطہ اخلاق کی تیاری کی طرف اشارہ تھا۔ جاپان کی اس تجویز پر' جس کا مطلب زراعت میں نجی سرمایہ کاری کو فروغ دینا تھا نہ کہ پابندی لگانا تھا' G-8 ممالک نے لبیک کہا۔ بہر کیف رہنما اصول مبہم ہی رہے بالخصوص باخبر مرضی، عادلانہ معاوضہ، غذائی تحفظ اور دیہی روزگار کے معاملے میں۔ پھر عالمی بینک نے 2010 میں اپنی مبہم اور ابہام پیدا کرنے والی رپورٹ پیش کی۔ اس نے ایک طرف تو دنیا کے مختلف حصوں میں زمین ہتھیانے کی خوفناک کہانیوں اور حدوں کو درست قرار دیا تو دوسری طرف زمین کی سودوں کے بے اندازہ ''مواقع'' کو بھی جائز قرار دیا۔ گرین کی رائے ہے کہ ''رپورٹ کا بیشتر حصہ ابہام'' پر مشتمل ہے۔ عالمی بینک اس کی نہایت اہم تفصیلات کو چھپانے میں کامیاب رہا یعنی اس رپورٹ میں کون کون شریک ہے، اس کا کتنا حصہ واقعی غذا کے بارے میں ہے اور کتنا منافعوں کے بارے میں ہے، کتنا سرکاری اور کتنا نجی اور سب سے بڑھ کر خود عالمی بینک زرعی زمینوں کی سرمایہ کاری کے معاملے میں کس قدر گہری طرح سے ملوث ہے۔ اس پر بھی ستم ظریفی یہ ہے کہ عالمی بینک نے ان ممالک کو سرمایہ فراہم کرنے کی پیشکش شروع کی جو خود زرعی زمین میں سرمایہ کاری کے لیے تیار نہیں ہیں۔ کئی سال گزرنے کے بعد عالمی بینک منڈی کی بنیاد پر زمینی اصلاحات، نجکاری اور زراعت کو قوانین سے آزاد رکھنے کو فروغ دے رہا ہے۔

یوں کیا عالمی بینک دنیا بھر میں ناجائز قبضہ زمین کے خلاف خطرے کی گھنٹی بجا رہا ہے؟ یا کیا زرعی زمین میں سرمایہ کاری کو درست قرار دے رہا ہے؟ ذرائع ابلاغ میں اس کی مختلف وضاحتیں آ رہی ہیں جو کافی سمجھ میں آنے والی ہیں کیونکہ عالمی بینک کی رپورٹ بجائے خود غیر واضح ہے۔ تاہم' بالآخر عالمی بینک فی الواقع میزبان اور سرمایہ کار حکومتوں' نجی شعبے' شہری معاشرتی تنظیموں اور بین الاقوامی اداروں کے سامنے رہنما اصول رکھ رہا ہے کہ زمینوں پر قبضے سے زیادہ سے زیادہ منافع کیونکر ممکن ہے؟ اس نے ''ذمہ دارانہ زرعی سرمایہ کاری کے اصول'' پیش کیے ہیں۔ یہ کوئی ضابطہ اخلاق نہیں ہے اور نہ ٹی این سیز اور سرمایہ کاروں کو کسی ضابطے میں لانے کے لیے ہے بلکہ وہ تو صاف صاف بڑے پیمانے پر زمینوں کے حصول پر مہر تصدیق ثبت کرنا ہے۔ اصولوں کے اس سیٹ کو IFAD، UNCTAD اور ایف اے او کی حمایت حاصل ہے۔

اس قدر جلدی نہیں

یہ انتہائی ستم ظریفی ہے کہ ایک جانب ایف اے او عالمی غذائی بحران سے دنیا کو باخبر کرتا رہتا ہے تو دوسری طرف عالمی بینک کی طرف سے زمینوں کو ہتھیانے کے عملی اقدام کی تصدیق کرتا ہے۔ دوسری ستم ظریفی یہ ہے کہ جب غذا اور زراعت کا عالمی بحران بلند ترین سطح پر ہے، ایف اے او اپنی مفروضہ عالمی مہم برائے زمینی اصلاحات میں عدم دلچسپی دکھا رہا ہے یعنی بین الاقوامی کانفرنس برائے زرعی اصلاح اور دیہی ترقی (ICAARD) میں عدم دلچسپی۔ اس کے بجائے ایف اے او مبہم اشارے بھیج رہا ہے ایک طرف عالمی بینک کے رہنما اصولوں کی حمایت کر رہا ہے جو زمینوں پر قبضے کو جائز قرار دے رہے ہیں تو دوسری طرف زمین اور قدرتی وسائل کی ترقی کے عمل میں رضا کارانہ رہنما اصولوں میں بھی شریک ہے جو ICARRD کے طریقہ کار پر عمل درآمد سمجھا جاتا ہے۔

کمیٹی آن ورلڈ فوڈ سیکورٹی (سی ایف ایس) کے 36 ویں اجلاس جو 14-11 اور 16 اکتوبر کو منعقد ہوا میں شہری معاشرتی تنظیموں (CSOs) نے اس فورم کے تحت، عالمی بینک کے زمین اور دوسرے قدرتی وسائل پر ذمہ دارانہ حکمرانی کے رضا کارانہ رہنما اصول کو اپنی حمایت دی بشرطیکہ ایف اے او ذمہ دارانہ زرعی سرمایہ کاری کے اصولوں کو تسلیم نہ کرے۔ سی ایس اوز نے سی ایف ایس پر یہ بھی زور دیا ہے کہ اس نے زمین اور قدرتی وسائل تک رسائی کے لیے ICARRD کے تحت جو منظوری دی ہے اس کو یاد کرے۔

سی ایس اوز غذائی تحفظ کی کمیٹی سی ایف ایس پر زور دے رہیں ہیں کہ وہ ایسی قرارداد منظور کرے جس سے بڑے پیمانے پر نجی کمپنیوں کی طرف سے زمینوں کے حصول کو کچھ عرصے کے لیے ملتوی کر دیا جائے اور نجی سرمایہ کاری پر بھی پابندی لگ جائے جس کی وجہ سے مقامی آبادیوں اور کاشت کاروں سے زمین اور قدرتی وسائل غصب ہو رہے ہیں۔ جب زرعی سرمایہ کاری کا معاملہ آتا ہے تو سی ایس او زرعی ماحولیاتی غذا، زرعی پیداوار اور غذا پیدا کرنے والوں کو سب سے زیادہ اہمیت دے رہی ہیں۔

بنیادی طور پر سی ایف ایس کا 36 واں اجلاس عالمی بینک اور اس کی ذمہ دار زرعی سرمایہ کاری (RAI) کو ذرا ٹھنڈا کرنے کی کوشش تھی۔ اگر سی ایس اوز کچھ نمایاں اور قابل ذکر کامیابی حاصل کر سکیں تو بس یہ کہ سی ایف ایس کے ایجنڈے میں زمینوں کو اہم اور کلیدی مقام مل گیا اس طرح انہوں نے عالمی بینک اور اقوام متحدہ کے اداروں کو رائے (RAI) کے فروغ سے روک دیا اور زمینوں پر ناجائز قبضے کو قانونی شکل دینے پر پابندی لگا دی۔ دوسری طرف ان کا سیاسی ماحصل سی ایف ایس کی طرف سے بین الحکومتی عملی گروپ کے قیام کی منظوری تھا تاکہ رہنما اصولوں کے پہلے مسودے پر نظر ثانی ہو جسے ایف اے او کی لینڈ ٹینور (land tenure) ٹیم کو 2011 میں پیش کرنا تھا۔

سی ایس اوز نے اپنی شرط اس بات پر رکھی ہے کہ اصلاح شدہ ایف اے او کے رہنما اصول ہی ایک اطمینان بخش ذریعہ ہیں جو عالمی غصب زمین کے خلاف ہتھیار ثابت ہو سکتے ہیں۔ بہر حال ایسے بہت سے مسائل ہیں جن میں احتیاط لازمی ہے بالخصوص ایف اے او سے نمٹنے کے لیے۔ خاص طور سے آر اے آئی کو سی ایف ایس کے اندر خیال کرتے ہوئے ایک داخلی عمل کا آغاز کرنا جیسا کہ خود سی ایف ایس نے مشورہ دیا ہے۔ سی ایف ایس صرف یہ کر سکتی ہے کہ آر اے آئی کو موخر کر دے، اس کا بالکل خاتمہ نہیں کر سکتی۔ دوسری طرف غیر ملکی زمینی سرمایہ کاری اور ٹی این سی کی کاروائیوں قومی اور بین الاقوامی ضوابط کے تحت لانے کا مطالبہ جو کوئی نیا نہیں ہے، بہر حال بحث و تمحیص کا دفتر کھول دیا گیا ہے کہ ذمہ دارانہ عمل کیا ہوتا ہے اور غیر ضروری 'ضابطہ کار' کے کیا امکانات ہیں؟۔

خاص طور سے سی ایف ایس کے 36 ویں اجلاس کی آخری رپورٹ کے واضح الفاظ بڑے پریشان کن ہیں جو یہ ہیں: ''کمیٹی نے حکومتوں اور دوسرے متعلقہ شرکاء کار پر زور دیا جو VG اور RAI طریقہ کار کا مسودہ بنانے کے ذمہ دار ہیں کہ وہ دونوں طریقہ کار میں مطابقت اور ہم آہنگی یقینی بنائیں''۔ بالآخر RAI کے کام میں رخنہ ڈالنے کی کوشش سے صرف یہ ہوگا کہ ایف اے او کے رہنما اصول عالمی بینک کی خواہش کے مطابق ہو جائیں گے۔ بالخصوص اگر سی ایس اوز نے ذرا سی بھی آنکھ جھپکی، فی الواقع اس مقصد کے لیے ابھی بہت کچھ کرنا ہے تاکہ شروع ہونے والا طریقہ کار صحیح معنوں میں حقوق کی بنیاد پر ہو اور جس پر سی ایس اوز کی کڑی نظر ہو۔

ایشیا بحیثیت میزبان

زرعی زمین پر سرمایہ کاری کے لحاظ سے ایشیاء دوسرے نمبر پر ہونے کی وجہ سے بہت اہمیت کا حامل ہے۔ دنیا ایشیاء کو ایک متحرک خطے کے طور پر دیکھتی ہے جہاں سے سرمایہ داری نظام کی بحالی دوبارہ سے ممکن ہو۔ ایک عالمی فیکٹری کی طرح ایشیاء سستی افرادی قوت، بڑھتی ہوئی تجارت اور ایک بہت بڑی مارکیٹ کے ساتھ بہت حوصلہ افزا ماحول فراہم کرتا ہے۔ اپنے محل وقوع کے اعتبار سے بھی ایشیاء سے تجارت نہ صرف سستی ہے بلکہ سرمایہ کاری کیلیے اس کا یہاں بنیادی ڈھانچہ موجود ہے۔ زمین پر قبضے کا تحقیقی مواد افریقہ کے ذکر سے بھرا پڑا ہے کیونکہ اس خطے میں سب سے زیادہ اور وسیع پیمانے پر زمین پر قبضہ کیا گیا۔ یہ بات ایشیاء میں بڑھتے ہوئے زمین ہتھیانے کے واقعات کی اہمیت کو کم نہیں کرتی۔ افریقہ کے مقابلے میں ایشیاء کا موسم اور پانی کے ذخائر دونوں زمین ہتھیانے والے کے لیے سود مند ہیں۔ قدرتی وسائل کے علاوہ ایشیاء کم سے کم دو حوالوں سے بہت اہم رکھتا ہے: افریقہ کے برخلاف ایشیا کی زرعی زمین سبز انقلاب کے تجربہ سے گزرنے کی وجہ سے بین الاقوامی کمپنیوں کے بلا واسطہ قبضے میں جا چکی ہے۔ اسی طرح ایشیاء میں کئی جگہ زمینی اصلاحات کی جدوجہد کو مسلسل دبایا گیا ہے جس کی وجہ سے جاگیرداری ایشیاء کے مختلف حصوں

میں اب بھی موجود ہے۔

حال ہی میں ایشیاء سوسائٹی (Asia Society) اور چاول کے بین الاقوامی تحقیقی ادارے (IRRI) کی رپورٹ نے ایشاء میں روکے ہوئے زرعی منصوبوں اور خوراک کی بڑھتی ہوئی قیمت کا تعلق ظاہر کیا ہے۔ IRRI نے زمین کی ملکیت پر جھگڑوں، سرمایہ کی کمی اور ماحولیاتی تحفظات کو ایشیا میں وسیع تر سرمایہ کاری سے فائدہ اٹھانے میں روکاوٹ قرار دیا۔ اس رپورٹ میں، فلپائن، کمبوڈیا اور انڈونیشاء کے حوالے سے زیادہ تر ان منصوبوں کا ذکر ہے جس کا تعلق غیر استعمال یا کم استعمال میں لائی گئی زرعی زمین سے ہو۔ اس میں ہندوستان میں سڑکوں کی کھیتوں تک رسائی نہ ہونے اور اجناس کے ذخائز کو جمع کرنے کی ضرورت کا بھی ذکر ہے۔ اس رپورٹ نے ایشیائی ممالک پر دباؤ ڈالتے ہوئے کہا گیا ہے کہ وہ سرمایہ کاری کے مواقع کھول کر اپنے آپ کو ٹھیک کریں ورنہ خوراک کی بڑھتی ہوئی قیمتوں کے پھر وہ خود ذمہ دار ہونگے۔ اس رپورٹ کا تین ممالک یعنی فلپائن، کمبوڈیا اور انڈونیشا کو خاص توجہ کا مرکز بنانا ظاہر کرتا ہے کہ ان ممالک میں کتنے بڑے پیمانے پر زمین ہتھیائی گئی ہے۔

کمبوڈیا اور کویت کی حکومت کے درمیان دوطرفہ معاہدہ طے پایا جس کے تحت خیمر (Khmer) کی کھیتوں کو پٹے (لیز) پر لیکر ان پر چاول کی کاشت کی جائے گی۔ اس کے بعد یہ چاول کویت درآمد کیے جائیں گے اس سلسلے میں کمبوڈیا کو ٹیکنالوجی کے علاوہ 486 ملین ڈالر کا قرضہ دیا گیا ہے جس میں سے 60 ملین ڈالر ان سڑکوں کی تعمیر کیلئے ہوں گے جو شمال مغرب میں چاول پیدا کرنے والے صوبے، باٹمبینگ (Battambang) کی طرف جاتی ہے۔ اس طرح اپنی ٹیکنیکی امداد اور چاول درآمد کرنے کے سلسلے میں قطر بھی خیمر کے کھیتوں پر نظر جمائے ہوئے ہے ھنسن (Hun Sen) کے گلف ممالک کے دورے کے بدلے۔ کمبوڈیا 2015 تک چاول درآمد کرنے والے صف اول کے ممالک میں شامل ہونا چاہتا ہے۔

سعودی عرب نے 26 ملین ڈالر کی سرمایہ کاری سے فار ایسٹ ایگریکلچرل انویسٹمنٹ کمپنی کے ذریعہ کمبوڈیا، ویت نام، پاکستان اور فلپائن سے بڑے دانے والے باسمتی چاول درآمد کرنے کے معاہدہ کیا ہے۔ کچھ سنگاپور کی کمپنیاں "جو دراصل انڈیا کے لیے کام کر رہی ہیں" نے کمبوڈیا میں سرمایہ کاری شروع کر دی ہے۔

حال ہی میں کسانوں کی طرف سے بڑھتے ہوئے زمین پر قبضہ کے خلاف احتجاج نے سرمایہ کاروں کو موقع دیا کہ وہ زمین کی ملکیت کے غیر واضع قانون جس سے ان کو نئی سرمایہ کاری کرنے میں رکاوٹ کا سامنا ہو پر تنقید شروع کریں۔ کمبوڈیا کے زمین سے متعلق 2001 کے نئے قانون میں کسانوں کو زمین پر ملکیت حاصل ہے اگر وہ ثابت کریں کہ انہوں نے اس پر پانچ سال تک کاشت کی ہے، لیکن اس ملک کے 14.5 ملین کی آبادی میں سے 90 فیصد کے پاس زمین کی ملکیت کے دستاویزات موجود نہیں ہیں۔ اس کے علاوہ حالیہ حکومتی اقدام کے ذریعے کسانوں کے زیر استعمال اور جنگلاتی زمین کو سرکاری تحویل میں دے دیا گیا ہے اس وجہ سے ہزاروں لوگ زمین سے بے دخل ہو گئے ہیں۔ لگتا ہے کہ نجی سرمایہ کار کمبوڈیا کی حکومت سے یہ چاہتے ہیں

کہ وہ بالکل واضح طور سے دیکھائے کہ زمین نجی سرمایہ کاری کے لیے تیار ہے۔

انڈونیشیا میں فی الحال سب سے زیادہ متنازعہ 6 بلین ڈالر کی فوڈ اسٹیٹ کا منصوبہ ماروکے (Marauke) کے علاقے ویسٹ پیپوا(West Papua) میں ہے۔ 17 جنوری کو انڈونیشا کے صدر نے خود اس منصوبے کی بنیاد رکھی۔ یہ سات منصوبوں میں سے پہلا خوراک پیدا کرنے کا منصوبہ ہے جسے ویسٹ پیپوا(West Papua) کیلئے پلان کیا گیا ہے۔ یہ منصوبہ 1.6 ملین ہیکٹرز پر پھیلا ہوا ہے اس کیلئے زمین 90 سال تک لیز پر دی جائے گی۔ کہا جاتا ہے کہ اس پر 2012 تک چاول، گندم اور پام آئل کی کاشت ہونے لگے گی۔

غیر ملکیوں کو ان منصوبوں میں 49 فیصد تک ملکیت حاصل ہوگی۔ یاد رہے کہ انڈونیشاء میں اگست 2008 میں پندرہ سعودی سرمایہ کاروں کی طرف سے 4-3 بلین ڈالر کی سرمایہ کاری کے ذریعہ پانچ لاکھ ہیکٹرز پر چاول کی کاشت کا سعودیہ عرب کے بن لادن ادارے نے ایک معاہدہ کیا تھا مگر یہ منصوبہ ناکام رہا کیونکہ انڈونیشاء کی حکومت دس ہزار ہیکٹرز کی حد ہر سرمایہ کار پر عائد کررہی تھی۔ بتیس کمپنیوں نے اس منصوبے پر سرمایہ کاری کیلئے دلچسپی ظاہر کی جن میں سے 6 کو لائسنس بھی مل چکے ہیں۔

پیپوا(Papua) میں ایک فارم کا منصوبہ جس کا رقبہ کنیکٹیکٹ (Connecticut) کے برابر ہے میں نا صرف زرعی زمین اور مہاجرین کے رہائشی علاقے آتے ہیں بلکہ غیر آباد جنگلات، چشمے اور مقامی آبادی مالند(Malind) کی زمین بھی شامل ہے۔ لہٰذا احتجاج کئی محاذ سے آرہا ہے۔ متاثرہ کسانوں اور مقامی لوگوں کا کہنا ہے کہ ان سے اس منصوبے پر نہ مشورہ لیا گیا ہے اور نہ ہی انہیں کوئی معاوضہ دیا گیا ہے سوائے جدید ٹیکنالوجی کے وعدے کے۔ متحرک افراد کو اعتراض ہے کہ بیرونی مہاجر مزدوروں کی آمد سے مقامی لوگوں کی اہمیت کم ہورہی ہے جبکہ ماحولیاتی ماہرین جنگلات کو تجارتی کاشت کیلئے تبدیل ہوتا دیکھ کر احتجاج کررہے ہیں۔

Aliansi Masyarakat Adat Nusantara (AMAN) نے اقوام متحدہ کے مستقل فورم برائے مقامی افراد کے سامنے 26 انڈونیشائی اور بین الاقوامی این جی اوز کی دستخطوں کے ساتھ ایک دستاویز پیش کی جس میں کہا گیا ہے کہ ''مقامی زمین پر اس طرح کی وسیع سرمایہ کاری وہاں کی آبایوں کی آزاد اور واضح مرضی کے بغیر بنیادی حقوق کی صورتحال کو ابتر کریگی اور زبردستی کی بے دخلی سے دوسرے انسانی حقوق کی پامالی بھی ہوگی''۔

انڈونیشیا کی حکومت بھی دیکھ رہی ہے کہ منصوبے سے ماروکے (Maruke) کی مقامی آبادی 175,000 سے بڑھ کر 800,000 ہوجائے گئی۔ این جی اوز کا اندازہ ہے کہ پیپوا(Papua) کے ایک ملین سے زائد بیرونی مزدور، مقامی آبادی جو کہ دوملین ہے پر چھاجائینگے۔ دوسری طرف جنگلات کی وزارت کے پاس جب یہ تجویز آئی کہ وہ منصوبے کیلئے 1.6 ملین ہیکٹرز (جس میں سے کافی رقبہ توانائی کیلئے بھی مختص ہوچکا ہے) 500,000 ہیکٹرز کو خوراک کیلئے مختص کریں تو ان کا جواب تھا

کہ پانچ ہزار ہیکٹر زمیں سے نصف حصہ براہ راست کاشت کیا جا سکتا ہے اور دوسرے حصہ کے بارے میں یہ معلوم کیا جا رہا ہے کہ وہ جنگلاتی ہے کہ یا نہیں ۔اسی وزارت نے عوام کو پہلے یہ یقین دہانی کرائی تھی کہ منصوبہ صرف غیر آباد جنگلات میں ہوگا۔

فلپائن میں عرب ممالک کی دلچسپی پیدا کرنے کیلئے ارویو(Arroyo) انتظامیہ نے زرعی اور خوراک کی پیداوار پر روڈ شوز منعقد کیے۔اس کے نتیجے میں تین سوملین ڈالر کا دس ہزار ہیکٹر زپر کیلے کی برآمد کا منصوبہ حکومتی ایجنسی کی تعاون سے Davao del Norte میں بحرین کی NEH اور مقامی نجی ادارے AMA Group کے درمیان تیار ہو چکا ہے۔ 2009 میں بحرین نے وعدہ کیا کہ وہ فصل کی ٹیکنالوجی، سبزی اور پھل کو محفوظ رکھنے، بایوٹیکنالوجی اور کاشت کے بعد کی ٹیکنالوجی، مال مویشی، ساحلی اور گہرے سمندر میں مچھلیوں کا کاروبار اور آبپاشی اور پانی کے ذخائر پر سرمایہ کاری کرے گی۔

ادھر فلپائن کی حکومت اس انتظار میں ہے کہ سعودی عرب آگے بڑھ کے نقد آور فصلوں کی کاشت کرنے کیلئے 238.6 ملین ڈالر کی سرمایہ کاری کرے جس میں آم، کیلا، اناناس اور حلال کھانے کے منصوبے اور ا یکوا (Aqua) کلچر بھی شامل ہے۔سعودی عرب کی دلچسپی باسمتی چاول، مکئی، کساوا، شکر، جانور کا چارہ اور گوشت میں بھی ہے۔ مارچ 2008 سے سعودی عرب، یواے ای اور بحرین سے وفد آتے جاتے رہے۔سابق صدر ارویو نے مندانو(Mindanao) جنوبی فلپائن میں کیلے کی کاشت کیلئے پچاس ملین ڈالر کا معاہدہ کیا۔شمال میں لیوزن آئس لینڈ(Luzon Island) میں مچھلی اور سیریل کے فارمز' جنوبی لیوزن(Luzon) کے علاقے کی مارنیز(Camarines Norte) میں اناناس کی کاشت، یہ سب کچھ حکومتی امداد کی نئی ”حلال صنعتی پالیسی“ کے پروگرام کے تحت کیا گیا۔

فلپائن اور سعودی عرب کی حکومت خوراک کی پیداوار کیلئے مندانو اور فلپائن کے دیگر علاقوں کی زمین پچاس سال کی لیز پر حاصل کرنے کیلئے بات چیت کر رہی ہے۔عرب نیوز کو انٹرویو دیتے ہوئے فلپائن کے سفیر (Antonio P Villamro) نے کہا کہ ”یہ معاہدہ تو زندگی بھر کی مدت کیلئے ہے“۔عرب نیوز کے مطابق یہ بات جب شروع ہوئی جب فلپائن کے سفیر Villamor اور کونسل Romulo Victor M Israerl نے سنا کہ سعودی عرب تھائی لینڈ کو ترغیب دے رہا ہے کہ وہ اپنی زمین پر سعودی عرب کو خوراک کی پیداوار کی اجازت دے۔لہٰذا یہ دونوں ریاض چیمبر آف کامرس اینڈ انڈسٹری (RCCI) یہ پوچھنے کیلئے گئے کہ کیا سعودی عرب کو خوارک کی پیداوار کیلئے زمین کی ضرورت ہے؟ RCCI نے جواب میں کہا کہ اسے فلپائن میں 100,000 ہیکٹر ز زمین چاہیے۔اس درخواست پر حامی بھرتے ہوئے فلپائن کے نمائندے نے وعدہ کیا کہ وہ زمین کی زرخیزی اور بارش وغیرہ کے بارے میں معلومات فراہم کرینگے۔اس کے بعد سابق صدر ارویو نے سعودی عرب کے مسلسل تین دورے کیے۔سعودی حکومتی سرمایہ داروں کے مطابق سرمایہ کاری مختلف طریقے سے ہوسکتی ہے: زمین خرید کر، تیس سال یا اس سے زیادہ لیز پر، خوراک کی کمپنیوں کے ساتھ حصہ داری میں یا مقامی کاشتکاروں سے براہ راست پیداوار کے معاہدوں کے

ذریعے۔اس حوالے سے سرمائے کے حصول کیلئے وہ امریکہ کی طرف بھی دیکھ رہے تھے۔

دونوں حکومتوں کے باقائدہ سمجھوتے سے پہلے مقامی نجی ادارے اپنے اپنے منصوبوں کو مضبوط کررہے تھے جس کی راہ سعودی سرمایہ کاروں کی دلچسپی نے ہموار کی۔ مثلاً ANI (AgriNurture Inc.) نے ایک دستاویز پر فیکو (FEACO) کے ساتھ دستخط کیے جو پچاس ہزار ہیکٹرز پر خوراک کی کاشت اور اناس، کیلے، چاول، کے پراسسنگ پلانٹس کے حوالے سے تھے۔ یہ نمائشی کاشت کے نمونے بنانے کا منصوبہ تھا اور جس کے دائرے کو رفتہ رفتہ وسعت دی جائے گی۔فوری طور پر سات فیصد فلپائن اور 40 فیصد بیرونی شراکت سے ایک ملین ڈالر کی مالیت سے ایک کارپوریشن بنانے کا فیصلہ ہوا۔

ان سب معاملات میں چین کیسے پیچھے رہ سکتا تھا۔حکومت فلپائن نے 2007 میں چینی کمپنیوں کے ساتھ 1.24 ملین ہیکٹرز زمین حاصل کرنے کیلئے اٹھارہ معاہدے کیے۔ ان میں ایکوا کلچر کا منصوبہ اور ٹیلی کام شعبے کی دیوہیکل کمپنی زیڈ ٹی ای (ZTE) کے ساتھ متنازعہ منصوبہ شامل ہے۔اس معاہدے کی وجہ سے سابق صدر ارویو پر ایک بدعنوانی کا کیس چل رہا ہے جس میں ان کے خاندان کے افراد بھی ملوث ہیں۔ سماجی احتجاج نے چینی زمینی معاہدے کو رکوایا مگر چینی کمپنیاں مقامی کمپنیوں جیسے ایس ایل ایگری ٹیک (SL Agritech) کے ساتھ ہائی بریڈ چاول کی کاشت پر کام کررہی ہیں۔

فلپائن کی حکومت نے 6 ملین ہیکٹرز کی غیر استعمال زمین کو گنے، ناریل، کساوا، جٹروپا (Jathropa)، پام آئل اور میٹھے جوار کیلئے مخصوص کردیا ہے اور 2 ملین ہیکٹرز کی زرعی زمین کو صنعتی ترقی کیلئے' مجموعی طور پر یہ موجودہ فلپائن کے غلے کے فارمز سے زیادہ بڑے ہیں۔

ایشیاء میں ایسی کئی بڑے پیمانے کی مثالیں (پاکستان اور تھائی لینڈ میں) ملتی ہیں۔ زمین کے ان سب سودوں پہ ناصرف نظر رکھنی چاہیے بلکہ انہیں ایڈوکیسی (advocacy) کی غرض سے یکجا بھی کرنا چاہیے۔ابھی یہی کافی ہے کہ ان تجربوں سے جو کمبوڈیا، انڈونیشیاء اور فلپائن میں ہورہے ہیں کچھ نتیجہ اخذ کیا جائے۔ پہلی بات تو ظاہر ہے کہ میزبان ممالک اپنی رضا اور خواہش سے یعنی دانستہ بیرونی سرمایہ کاروں کو خوراک اور توانائی کی فصلوں کیلئے زمین دے رہے ہیں۔حکومتیں جلد زمینی قانون کو بیرونی سرمایہ کاروں کی سہولت کیلئے تبدیل کریں گی اگر ابھی تک وہ بڑھتے ہوئے سماجی دباؤ کے تحت ایسا نہ کر پائی ہوں۔ حالیہ تمام حکومتوں نے اپنی زمینی اصلاحات کے قوانین کو زمینی منڈی اور نجکاری کے اعتبار سے نیا رخ دیا ہے۔حکومت فلپائن نے نجی کمپنیوں کیلئے زمین کی خرید وفرخت میں سہولت دینے کیلئے ایک ایجنسی بنائی ہے۔

انڈونیشیا، فلپائن اور کمبوڈیا میں بین الاقوامی مالیاتی اداروں آئی ایف آئیز کا کردار بھی کافی واضح ہے۔کمبوڈیا میں آئی ایف اے ایس کی سرمایہ کاری کو فروغ دینے اور صلاحیت بڑھانے کیلئے 2009 میں کمبوڈین سرمایہ کاری بورڈ (BOI) تشکیل دیا

گیا جس نے سرمایہ کاری کے بعد سرمایہ کاروں کی دلچسپی کو برقرار رکھنے کیلئے ان کی دیکھ بھال کا پروگرام (strategic investor after-care program, SIAP) بنایا۔ جب سے بی او آئی ملک کے پچاس سے زیادہ بڑے سرمایہ کاروں کے ساتھ مل کر مستقبل کی سرمایہ کاری کے منصوبوں کی نشاندہی کر چکا ہے جن کی مالیت ایک بلین ڈالر ہے۔ سرمایہ کاری بڑھانے کیلئے ایس آئی اے پی (SIAP) کے بعد ایف آئی اے ایس نے فلپائن کو دوسو سے زائد متوقع سرمایہ کاری کے مواقع کی نشاندہی کی ہے۔ وہ وقت دور نہیں کسانوں کی بڑھتے ہوئے احتجاج اور دباؤ کو دیکھ کر ان ممالک میں سرمایہ کاری کو فروغ دینے کیلئے خود عالمی بینک کا گروپ حکومت کے ساتھ مل کر نئے قوانین بنائے۔

آخر میں قابل ذکر بات یہ ہے کہ پرانے ایف ڈی آئیز (FDIs) میں روزگار بڑھانے اور ٹیکنالوجی کو منتقل کرنے کو ہی فرض کیا جاتا تھا لیکن نئے زمینی معاہدے باقاعدہ دوطرفہ ہوتے ہیں۔ نوآبادیاتی معاہدوں کی طرح ان معاہدوں میں دی گئی رعایتیں انصاف پر مبنی نہیں ہوتی جس کی وجہ سے یہ غیر ہموار ترقی کی نشاندہی کرتے ہیں۔ مثلاً سعودی عرب اور فلپائن کو لے لیں، فلپائن کے مزدوروں کی اہم منزل سعودی عرب ہے، جب سابق صدر ارورو سعودی عرب کے دورے پر گئے تو انہوں نے ان قانونی مقدمات کو بھی اٹھایا جو ان کے ملک کے مزدوروں کے خلاف دائر تھے۔ اس معاملے پر باقاعدہ مذاکرات بھی ہوئے کیونکہ یہی وہ رعایت تھی جو فلپائن میں زمین کے معاہدے کے بدلے سعودی عرب سے مانگی گئی۔ زمین ہتھانے کے معاہدوں کے حوالے سے یہ محض ایک پہلو ہے جس سے نہ صرف لوگوں کی آزادی بلکہ ملکوں کی خودمختاری کو خطرہ لاحق ہے۔

خوراک کی خودمختاری کا سودا

عالمی بینک جو اپنے آپ کو زمین پر قبضوں کے حوالے سے حرف آخر سمجھتا ہے نے ذمہ دارانہ زرعی سرمایہ کاری کیلئے سات اصول دیئے ہیں؛ (1) زمین اور وسائل کے حقوق کا احترام' (2) خوراک کے تحفظ کی ضمانت' (3) شفاف معاہدے' (4) اچھی حاکمیت اور مناسب ماحول' (5) مشاورت اور شراکت' (6) ذمہ دار زرعی سرمایہ کاری اور (7) سماجی اور ماحولیاتی پائیداری۔ اگر بین السطور پڑھا جائے تو عالمی بینک نے صرف ایک بات کہی ہے یعنی اسے زرعی زمینوں پر بیرونی سرمایہ کاری اور زرعی پیداوار میں ٹی این سیز اور سرمایہ داروں کی براہ راست شراکت منظور ہے اگر یہ سب کچھ سماجی ذمہ داری کا لبادہ اوڑھ کر ہو۔

ایشیائی پس منظر میں ابھی مزید تحقیق اور گفت شنید کی ضرورت ہے تاکہ صحیح پالیسی سازی کو فروغ دیا جاسکے۔ ایک بات واضح ہے کہ عالمی سطح پر زمین ہتھیانے میں ایسی تیز رفتاری دنیا میں پہلے کبھی نہیں دیکھی گئی۔ یہ خوراک کی خودمختاری کو بری طرح روند رہی ہے۔

اس زرعی نجکاری کا ایک فائدہ یہ بیان کیا جاتا ہے کے اسے تمام لوگوں کو خوراک مناسب قیمت پر میسر ہوگی مگر ایسا کئی واضح وجوہات کی بنا پر نہیں ہوگا:

سب سے پہلے یہ بتانا ضروری ہے کہ زمینی معاہدے دو مختلف منڈیوں میں ہو رہے ہیں یعنی اشیا کی منڈی (خوراک اور توانائی) اور زمین کی منڈی۔ پہلی منڈی صرف قیاس پر چل رہی ہے۔ اس سے خوراک کی قیمت متاثر ہوتی رہے گی مانگ، رسد اور پیداوار کے بجائے صرف ان منڈیوں میں ڈالی جانے والے سرمائے کی وسعت کی بنا پر۔ 2008 میں جو خوراک کی قیمتیں تیزی سے بڑھیں اس کی وجہ سرمایہ داروں اور مالیاتی اداروں کی اشیا کی منڈی میں سرگرمی تھی۔

کھانے پینے کی چیزیں متسحکم رہنے کی دوسری وجہ غیر ملکیوں کا زمین پر قبضہ اور پیداوار پر ملکیت ہے۔ وہ یوں کہ جو پیداوار اپنے ملک کی ضرورت ہے اسے دوسرے ملک کی زمین پر اگایا جائے پھر اسی پیدارور کو میزبان ملک میں عالمی نرخ پر بیچا جائے۔ سستی زمین، سستا مزدور میزبان ملک دیگا اور پھر بڑھتی ہوئی عالمی مارکیٹ کی قیمتوں پر یہ اشیا اسی ملک کو ہی فروخت کی جائیں گی۔ میزبان ممالک کو مجبور کیا جائیگا کہ وہ عالمی منڈی کے مطابق مقامی قیمتوں پر سے کنٹرول ہٹالے کیونکہ قیمتیں طے کرنا منڈی کا کام ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ مقامی زرعی آبادیاں زمین سے بے دخلی کے بعد کثیر تعداد میں غیر فعال ہو رہی ہیں جس سے ان کی قوت خرید مزید متاثر ہوگی۔ دوسری طرف حکومتوں سے توقع کی جارہی ہے کہ وہ خوراک پر سے زمینی معاہدوں کے بعد مراعات ہٹالیں جس سے غربت میں یقینی اضافہ ہوگا۔

آخر میں یہ بتانے کی ضرورت ہے کہ بیرونی معاہدوں سے میزبان ممالک اور مقامی آبادیاں پیداوار اور تقسیم میں اپنی رائے اور شراکت کا حق فوراً کھو دیتی ہیں۔ میزبان ممالک کی حکومتوں نے عالمی پالیسی کے تحت ایسا نہ کیا تو اب انہیں خوراک کے ذخائر جمع کرنے، پیداوار کے حوالے سے مرکزی پالیسی سازی کرنے اور مقامی مارکیٹ کو فروغ دینے کے کاموں سے بھی دستبردار ہونا پڑے گا۔

زرعی زمین کی نج کاری یہ خواب بھی دکھاتی ہے کہ میزبان ملک میں نئی ٹیکنالوجی آنے سے زرعی پیداوار میں اضافہ ہوگا جس سے وہ ملک خود کفیل ہوگا۔ اس کے برعکس میزبان ممالک وہ موقع بھی کھو دیتے ہیں جن سے ان ممالک میں حقیقی زرعی اصلاحات کی وجہ سے زرعی ترقی ممکن ہو۔ اسی طرح میزبان ممالک بیرونی ممالک کے حق میں سرمایہ اور ٹیکنیکی مدد فراہم کرنے کی اپنی بنیادی ذمہ داری سے بھی سبکدوش ہو جاتے ہیں۔

زراعت کیلئے بیرونی ممالک سے آنے والے مزدوروں کی وجہ سے مقامی کسانوں اور مزدوروں کے حقوق بھی متاثر ہوتے ہیں۔ زمینی معاہدے میں سمندری، تازہ پانی اور آبائی زمینوں کو بھی شامل کیا گیا ہے جس سے مچھیروں اور مقامی لوگوں

کے بنیادی حقوق وسیع پیمانے پر متاثر ہوں گے۔ زراعت میں کارپوریٹ شعبے کے داخلے سے چھوٹے پیمانے کی کاشتکاری جو مقامی لوگوں کے علم خاص کر عورتوں کی معلومات اور حیاتیاتی تنوع کے اصولوں پر فروغ پاتی ہے تباہ ہوجاتی ہے اس طرح چھوٹے کھیت بیرونی زمینوں کے معاہدوں سے ختم ہو جاتے ہیں اور ان کے ساتھ ملکوں کی اپنی پیداوار خود پیدا کرنی کی صلاحیت بھی۔ بیرونی کمپنیوں کو خوراک پیدا کرنے کی اجازت دینے سے مقامی مارکیٹ کا درآمدات پر انحصار بڑھ جاتا ہے۔ بیرونی زمینی سودوں سے خوراک پیدا کرنے والے میزبان ملک کی درآمدات میں یقینی اضافہ ہوتا ہے۔ اس سے بھی زیادہ اہم بات یہ ہے کہ میزبان حکومتیں سرمایہ کاری پر اپنی پالیسی سازی کا اختیار اور اثر کھو بیٹھتی ہیں کیونکہ یہ اختیار انہوں نے خود بیرونی زمین مالکان کو پہلے ہی دے دیا ہوتا ہے۔

آخر میں یہ کہنا کافی ہے کہ زرعی ترقی کے وعدہ کے بجائے، میزبان ممالک اپنی خودمختاری اور خوراک کی خود کفالت کے حق کے ساتھ ساتھ معاشی جمہوریت جس کے ذریعہ بیج، جینیاتی مواد، پانی کے ذخائر، مال مویشی اور دوسرے قدرتی وسائل کا پائیدار استعمال ممکن ہو کو بھی ضائع کر دیتے ہیں۔ میزبان ممالک عوام کے وہ حقوق بھی ضائع کر دیتے ہیں جن کے ذریعہ وہ اپنی اجناس کب کیسے اور کتنی پیدا کریں کے فیصلے کرتے ہیں۔ حیاتیاتی تنوع پر مبنی زراعت کا اختیار بھی چھین لیا جاتا ہے۔ عالمی بینک شراکت کے اصول کی پاسداری کی بات کرتا ہے جب کہ زمینی معاہدوں کے تحت وہ حلقے جو پہلے ہی کمزور تھے انہیں اور غیر فعال بنا کر خوراک کے فیصلوں سے باہر پھینک دیا جاتا ہے۔

اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ عالمی زمینی قبضوں کے واقعات پر نظر رکھی جائے اور ان کی تفصیل کو سامنے لایا جائے۔ ایشیاء پر توجہ مرکوز رکھنے کے ساتھ، چین، ای یو (EU) اور امریکہ کے سودوں کو بہت گہرائی سے سمجھا جائے۔ عالمی بینک کی طرف سے تمام بحث کو مختلف سمت میں لے جانے کی کوشش جس سے زمینی معاہدوں کی دوڑ کو ہی فروغ ملے گا اب بے نقاب اور رد کرنے کی ضرورت ہے۔ زمینی قبضے کے خلاف بڑھتے ہوئے عوامی مظاہروں اور جدوجہد کو نہ صرف سامنے لانا ہے بلکہ یہ سوچنا بھی ہے کہ انہیں مضبوط بنیادوں پر منظّم اور مستحکم کیسے کیا جائے۔ یہ سب فوری کام ہیں اور بہت سی ایڈووکیسی ان چیزوں کے حوالے سے ابھی باقی ہے۔ مگر سب سے زیادہ زور دینے کی بات یہ ہے کہ یہ سب کام بہت اہم اس لیے ہیں کیونکہ یہ خوراک کی خودمختاری اور معاشی جمہوریت کے لیے ضروری ہیں۔

میزبان ممالک اور اقوام متحدہ کی ایجنسیوں خاص طور سے ایف اے او کے کردار کی اہمیت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ قومی حکومتوں کو بھی اپنے عوام کے حقوق کی پاسداری کرنی ہے، جن میں حق خوراک، خوراک تک رسائی، خوراک کی پیداوار اور وسائل تک رسائی شامل ہیں۔ کم از کم حکومتوں پر یہ ذمہ داری تو ضرور عائد ہوتی ہے کہ وہ بیرونی ممالک سے کیے گئے زمینی معاہدوں کو شفاف بنائیں کیونکہ وہ عوام کی زندگی اور روزگار پر براہ راست اثر انداز ہوتے ہیں۔ اصولی طور سے حکومتوں کو

خوراک کی خودمختاری کوکسی بھی قومی اورافرادی ترقی کے ایجنڈے میں سرفہرست رکھنا چاہیے۔ ایف اے اوکو بھی غیرمشروط طور سے حقیقی زمینی اصلاحات، زرعی ترقی اور معاشرتی انصاف کی عوامی امنگوں کی حمایت کرنی چاہیے۔ ورنہ سستے مزدور، سستی زمین کی حمایت کرنے پراسے بھی تنقید کا نشانہ بنناپڑے گا۔ آخرمیں سب سے زیادہ موثرحربہ جوزمینی قبضے کے وارکو بالکل سامنے سے روک سکتا ہے وہ مضبوط معاشرتی تحریک اور کسانوں کی جدوجہد ہے۔ کسانوں کے کردار سے ہی اصل فرق پڑے گا۔

Endnotes (حوالہ جات)

1 “Public Debt Troubles and Deepening Crisis, Confront G-20 at Canada Summit”, Statement made by the International League of Peoples’ Struggles (ILPS), July 3, 2010.

2 “Midyear 2010: Aquino Rising, Change Underway?” IBON Birdtalk Paper, IBON Foundation, July 2010.

3 “Speculation a Major Contributor to Global Food Crisis, New Report”, Institute for Trade and Agriculture Policy, November 13, 2008.

4 “Proposed Global Land Guidelines, Peddling “Acceptable” Land Grabbing”, EDM, March-April 2010, Ibon International,

روٹس فار ایکوٹی بے سہارا اور پسماندہ آبادیوں کے مسائل کو سامنے لانے میں سرگرداں ہے۔ ان میں شہری اور دیہی علاقوں میں بسنے والی مذہبی اقلیتیں، عورتیں اور بچے بھی شامل ہیں۔ ان مسائل کے حل کے لیے روٹس ایسی راہ ہموار کرنے پر بھی یقین رکھتی ہے، جس سے یہ آبادیاں اپنے معاشی، سماجی اور سیاسی حقوق کو سمجھتے ہوئے بین الاقوامی انسانی حقوق کے معاہدوں کے مطابق بہتر معیار زندگی کا مطالبہ کرسکیں۔

روٹس فار ایکوٹی ابتدا سے ہی اسٹرکچرل ایڈجسٹمنٹ پروگرام، ڈبلیوٹی او اور دوسرے آزاد منڈی کے نیولبرل معاہدوں سے دیہی آبادیوں پر مرتب ہونے والے اثرات کو سمجھنے میں کوشاں ہے۔ اس پس منظر میں ادارہ بنیادی طور پر تین سطحوں پر کام کرتا ہے۔

1۔ عالمگیریت کے اثرات اور مسائل پر عملی تحقیق۔

2۔ مقامی، قومی اور عالمی سطح پر باشعور مزاحمت کے لیے مختلف لائحہ عمل مثلاً تحقیق، تصانیف اور بین الاقوامی رابطہ کاری وغیرہ سے مقامی آبادیوں کو متحرک کرنا اور اس کے ذریعے مزاحمت کو بڑھانا۔

3۔ وہ آبادیاں جو سرمایہ دارانہ نظام کی معاشی، سیاسی اور سماجی تلخیوں کو جھیل رہی ہیں ان کو براہ راست مدد فراہم کرنا۔

ان تین طریقوں سے کام کرتے ہوئے روٹس فار ایکوٹی نے کامیابی کے ساتھ مقامی آبادیوں کے ساتھ صحت مندانہ روابط قائم کیے ہیں۔

پاکستان میں تبدیلی کے لیے سب سے ضروری بات یہ ہے کہ ملک کی معاشی و معاشرتی ترقی عوام کے گرد ہو۔ یہ بنیادی تبدیلی آبادیوں کو متحرک کیے بغیر ممکن نہیں۔ روٹس فار ایکوٹی یہ پختہ یقین رکھتی ہے کہ سماجی شعور اور سیاسی طور پر بیدار آبادیاں ہی اپنے لیے سماجی اور معاشی انصاف حاصل کرسکتی ہیں۔ روٹس مقامی آبادیوں کے ساتھ مل کر سیاسی، معاشرتی اور معاشی انصاف کی جدوجہد پر پختہ یقین رکھتی ہے۔